بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرتبہ و مؤلف

عتیق تلمیذ ساز عفی عنہ برہان پور

مرتب ومولف

نام کتاب : انوار برہان پور

مرتبہ : عتیق اللہ تلمیذ ساز برہان پوری

کتابت : روح الحسن شہرت الہ آبادی مالیگاؤں

طباعت : عوامی پریس، مالیگاؤں

تعداد اشاعت : پانچ سو صفحات ۱۲۸

سن اشاعت : جنوری ۱۹۸۷ء

زیر اہتمام : اشفاق انجم مالیگاؤں

ناشر و ملنے کا پتہ

مطیع اللہ حفیظ اللہ خانقاہ وارڈ، برہانپور (ایم پی)

اِنتساب

میں اس کتاب کو نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ
اپنے پیر و مرشد نور العارفین شیخ المشائخ حضرت صوفی نور الہدیٰ صاحب
دامت برکاتہم کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔
جنہوں نے میری روحانی تربیت اور سرپرستی فرمائی۔
خداوند عالم حضرت مرشدنا کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور
خلقِ خدا آپ کے جاری کردہ روحانی فیض سے فیضیاب ہوتی رہے۔ آمین!

ساتھ ھی

میرے کرم فرما اور مخیر دوست جناب انور محمد خان صاحب کے
اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت
میں میری مالی اعانت فرمائی۔
ربِ جلیل موصوف کو اس کار نیک میں اعانت
کرنے کے صلے میں برکت عطا فرمائے۔

احقر العباد
عتیق تلمیذ ساز برہانپوری عفی عنہٗ

تاثرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عطیۂ محبت و عنایت از شیخ الطریقت واقفِ رموزِ حقیقت نور العارفین
پیر و مرشد صوفی نور الہدیٰ صاحب دامت برکاتہم
صاحب اجازت و مجاز سلاسل عالیۂ مجددیہ نقشبندیہ، قادریہ چشتیہ شاذلیہ قریبہ
(گھر نمبر ۲ ، محلہ قلعہ۔ مالیگاؤں ضلع ناسک)

عزیزی ماسٹر عتیق اللہ صاحب ناچیز سے روحانی وابستگی رکھتے ہیں اور متقاضی ہیں کہ ان کی گرانقدر تالیفات کے تعلق سے کچھ تحریر کروں۔ اگرچہ یہ میرا میدان نہیں لیکن ماسٹر صاحب کی خاطر بھی عزیز ہے۔

مادہ پرستی کی موجودہ لہر میں روحانیت اور صوفیاء و اولیاء کرام سے عقیدت و وابستگی اس امر کا واضح اظہار ہے کہ دنیا میں ابھی ایسے لوگ ہیں جو ایک صالح معاشرے اور صحت مند سماج کی خواہش رکھتے ہیں۔ ان لوگوں سے قطع نظر جو اعراس اور نذر و نیاز میں شرکت پر ہی مطمئن ہو جاتے ہیں، ایسے لوگ آج بھی ہیں جو صوفیا اور اولیاء کرام کی حیات اور شخصیت کے آئینے میں خود کو سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں اور میری نظر میں یہ کوشش ان کے توشۂ آخرت میں ضرور شامل ہوگی۔

برہان پور ظاہری اور باطنی شہنشاہوں کی سرزمین ہے۔ سلاطین

تو اپنی باری بھر کر رخصت ہو گئے اور اب ان کے مقابر تک کھنڈرات میں تبدیل ہوتے جا رہے ہیں لیکن روحانی تاجداروں کا جاہ و جلال قائم اور دریائے فیض آج بھی جاری ہے اور تا قیام قیامت قائم رہے گا۔ مولانا ہاشم کشمیؒ حضرت نظام الدین بھکاریؒ حضرت عیسیٰ جند اللہؒ حضرت برہان الدین راز الہؒ جیسی عظیم و بابرکت ہستیاں خال خال ہی پیدا ہوتی ہیں۔

برہان پور کو یہ شرف و افتخار حاصل ہے کہ اس کی خاک میں ایسے ایسے لعل و جواہر خوابیدہ ہیں جن کی تجلیات سے آج بھی زمانہ کسب نور کر رہا ہے۔ ان بزرگوں کی سوانحی تاریخ مرتب کرنا بھی بڑی سعادت اور خیر و برکت کا کام ہے۔

ماسٹر صاحب نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا اور "انوار برہانپور" کی تالیف کر کے تشنگانِ معرفت کے لئے بادۂ وحدت سے لبریز ساغر سرشار پیش کیا ہے۔ جس کیلئے آپ لائق مبارکباد ہیں۔

میری دعا ہے کہ ان کی یہ سعی مشکور اور باعث خیر و برکت ہو اور عوام کے ہر طبقے میں یکساں مقبولیت حاصل کرے۔ آمین!

دعا گو

صوفی نور الہدیٰ

چپے چپے میں ہے یاں گوہر یکتا تہہ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانہ ہرگز

میرا وطن مالوف دار السرور برہان پور چونکہ نہ صرف علم و ادب بلکہ روحانیت کا بھی مرکز رہا ہے۔ اس لئے میں نے اس شہر کے موجودہ منتخب شعراء اردو ہندی کویوں کے کلام کا مختصر سا مجموعہ اردو اور ہندی میں "مہکتے پھول" کے نام سے مرتب کرکے شائع کرنے کی حقیر کوشش کی۔ اس کے بعد میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس مرکز روحانیت کے مختلف سلاسل کے منتخب اولیاء کرام کا تذکرہ پیش کرنے کی جرأت کروں۔ میری اس خواہش کی تکمیل میں دو عوامل کارفرما ہے ایک قومی و ملی اور دوسرا ملی و روحانی۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے دور کا آغاز اولیاء کرام ہی کی ذات سے ہوا خاص طور پر حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے مخلص اور برگزیدہ ہاتھوں سے یہاں چشتی سلسلہ کی مضبوط بنیاد پڑی اس کے بعد سے خواص و عوام، شاہ و رعیت سبھی نے ان بے غرض اور پاک نفس درویشوں اولوالعزم مردانِ خدا سے اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کیا اور اس برِّ عظیم کے ایک گوشہ سے لیکر دوسرے گوشہ تک خانقاہوں اور روحانی مرکزوں

کا ایک جال بچھ گیا۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو جب ان کے شیخ نے دہلی کی طرف رخصت کیا تو فرمایا کہ "تم ایک سایہ دار درخت ہوگے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پائیگی" چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ستر برس تک دہلی اور دور دراز سے آنیوالوں نے اس درخت کی گھنی چھاؤں میں آرام لیا۔ ان اولیاء کرام کی بدولت ملک کے صدہا مقامات پر جن میں برہان پور بھی شامل ہے ایسے سایہ دار درخت موجود تھے جن کی چھاؤں میں تھکے ہارے مسافر اور بھولے بھٹکے قافلے آرام پاتے اور نئی زندگی اور تازگی پاتے تھے۔

ان اولیاء کرام کی تعلیم و صحبت سے لوگوں میں انسانوں سے بلا تفریق مذہب و ملت محبت کرنے، ان کی خدمت کرنے اور ان کے دکھ درد دور کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ان کا اس ارشاد نبوی ؐ پر ایمان بھی تھا اور عمل بھی کہ "الخلق عیال اللہ فاحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ" "مخلوق خدا کا کنبہ ہے خدا کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ وہ محبوب ہے جو اس کنبہ کے سب سے زیادہ کام آنیوالا ہے"

ان مشائخ اور ان کی خانقاہوں کے ذریعہ ہزاروں بندگان خدا کی حاجت براری ہوتی تھی، اب فقیروں کا دستر خوان ایک خوان یغما تھا جس پر دوست، دشمن یگانہ بیگانہ، امیر و غریب، شہری اور پردیسی کی کوئی قید نہ تھی۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے بالکل صحیح لکھا ہے،

"غریبوں اور امیروں کے درمیان صوفیائے اسلام کی یہی خانقاہیں ڈیچیائی کڑی کا کام دیتی تھیں ان بزرگوں کا ذربار وہ دربار تھا جہاں سلاطین بھی خراج داخل کرتے تھے۔ عزت و امارت کا یہ سنگم یعنی صوفیۂ صافیہ کا یہ طبقہ جہاں امراء و غرباء دونوں ایک

حیثیت سے حاضر ہوتے تھے، اس سے غریب حاجت مند مسلمانوں کی کتنی حاجت روائیاں ہوتی تھیں۔

ہندوستان میں صحت مند، صاحب ضمیر معاشرہ تعمیر کرنے میں ان بے لوث مصلحین اور معلّمین اخلاق کا سب سے بڑا اور مرکزی حصّہ ہے۔

اس وسیع ملک کی جس کثیر آبادی کو ان مشائخ طریقت اور روحانی معلمین کے تعلق اور انکی اصلاحی کوششوں نے نیک راستہ پر لگایا اور بداخلاقیوں اور بداعمالیوں سے مجتنب رکھا وہ صرف انہیں کے اخلاق و روحانیت کا نتیجہ تھا، دنیا کی کوئی حکومت، کوئی ادارہ، کوئی قانون نہ اتنی بڑی تعداد کو متاثر کرسکتا ہے اور نہ دائمی طور پر اخلاق و اصول کے دائرہ میں رکھ سکتا ہے۔

ان اولیاء کرام نے سلطنت کے عہدوں، امراء اور اہل دولت کی گرانقدر پیش کشوں کو قبول کرنے سے اکثر پرہیز کیا اور زہد و استغنا قناعت و توکّل اور خودداری و خودشناسی کی ایسی روایت قائم کی جس نے ہندوستان کے معاشرہ میں کردار کی مضبوطی بلند ہمتی اور بلند نظری کے اوصاف اور عناصر کو زندہ رکھا اور انسانیت کی آبرو کو سودونیاں کے اس بازار میں جیسیں انسانوں کا سودا ہوا کرتا تھا ہمیشہ قائم و محفوظ رکھا۔

ہندوستان کے صوفیاء کرام ہمیشہ علم کے سرپرست اور پشت پناہ رہے ان میں سے اکثر و بیشتر اعلیٰ علمی ادبی ذوق رکھتے تھے اور ان کا روز ازل سے یہ عقیدہ تھا ع

کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

اور یہ کہ جاہل صوفی بازیچۂ شیطان ہوتا ہے۔ ہندوستان کی تعلیمی تحریک اور یہاں

کی علمی چہل پہل بالواسطہ اور بلاواسطہ مشائخ طریقت کی سرپرستی و ہمت افزائی کا نتیجہ ہے۔

جہاں تک برہان پور کا تعلق ہے تاریخی اعتبار سے حضرت سعدی شیرازی کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں — مردم و مرغ و مور گرد آیند

یہ شہر صدیوں تک گہوارۂ تہذیب و تمدن اور مرکز علم و ادب رہ چکا ہے بقول حالی ؎

جلال ان کا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا — کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

یہ شہر ہند و مسلم تہذیبوں کا سنگم رہا ہے جہاں تک روحانیت کا تعلق ہے غلام علی آزاد کا یہ شعر کافی ہے ؎

زہے مقام مقدس کہ اولیاء خیز است — کہ شہر طوائف فضائے برہان پور

اس خاکِ پاک نے اولیاء کو نقشبندی مجددی سلسلہ سے خاص روحانی نسبت حاصل ہے جس کے سرخیل امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ تھے۔

اس سلسلہ کی ایک زبردست کڑی خواجہ ہاشم کشمیؒ ہیں جن کا ذکر اس تذکرہ میں موجود ہے۔

مجھے اس کتاب کی تالیف میں میرے پیر و مرشد حضرت صوفی نور الہدیٰ صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی حاصل رہی۔

میں اپنے استادِ محترم مرزا محمود بیگ ساز صاحب کا ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اس کتاب کے لئے مقدمہ تحریر کرنے کی میری استدعا قبول فرمائی اور کتاب کی ترتیب و تدوین و تزئین میں کافی محنت شاقہ اٹھائی ہے۔

ساتھ ہی عالی جناب ڈاکٹر محبوب صاحب، جناب ڈاکٹر محمد شفیع صاحب شفق

(پروفیسر سیوا سدن کالج، برہان پور) نے میری حوصلہ افزائی فرمائی ہیں ان کا مشکور رہوں۔

محترم جناب انور محمد خان صاحب، جناب اسلم پرویز صاحب اور حاجی اقبال احمد خان صاحب نے بھی اس کتاب کی طباعت واشاعت میں میری اعانت فرمائی جس کے لئے میں ان حضرات کا تہہ دل سے ممنون ومشکور رہوں۔

ساتھ ہی میرے احباب اور عزیز واقارب نے بھی دامے، درمے، قدمے سخنے اس سلسلہ میں اعانت کی ہے لہذا میں ان سب حضرات کا شکر گزار ہوں۔

خدا کی جناب میں دست بستہ دعا ہے کہ ان بزرگوں کی ارواحِ طیّبات کی بدولت سے اس ناچیز کو ان بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے اور دین و دنیا کی سرخروئی، اور ایمان کی سلامتی پر خاتمہ کا موقعہ عطا کرے۔ آمین!

اس کتاب کی تالیف میں یہی جذبۂ ایقان اور یہی تمنا وخواہش کارفرما ہے۔ امید ہے کہ ارباب ذوق اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور قدر ومحبت کی نگاہ سے نوازیں گے۔

احقر العباد

ماسٹر عتیق اللہ عتیقؔ تلمیذ ساز عفی عنہ برہانپور

مورخہ یکم دسمبر ۱۹۸۶ء ۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

از: مرزا محمود بیگ ساز

ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی کتاب "اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام" میں مولوی اور صوفی کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مولوی اور صوفی میں یہ فرق ہے کہ وہ ظاہر کو دیکھتا ہے یہ باطن کو، وہ لفظ دیکھتا ہے یہ معنی کو وہ رسمیات اور تقلید کا پابند ہے یہ ان سے بیزار اس کی نظر برائی پر پڑتی ہے اور یہ برے سے برے کام میں بھی بھلائی کا پہلو ڈھونڈ نکالتا ہے اور یہ فروتنی اور خاکساری سے دلوں میں گھر کرتا ہے وہ دوسروں کے عیوب تلاش کرتا ہے اور یہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ علم سے مرعوب کرنا چاہتا ہے اور یہ اپنے عمل سے دوسروں کو لبھاتا ہے۔ صوفی دلوں کو ٹٹولتا اور بلکہ دلوں کی تہہ تک پہنچتا ہے جہاں انسان کے اصل اسرار چھپے اور دبے رہتے ہیں جن سے ہم خود بھی اکثر واقف نہیں ہوتے۔ مولوی کی نظر وہاں تک نہیں پہنچتی اس میں صوفی کی جیت ہے اس کے بعد وہ نفس کی چوریاں پکڑتا اور ان کی اصلاح کرتا ہے اس کا سب سے بڑا اور مقدم اصول دلوں کا ہاتھ میں لانا ہے۔ جب دل ہاتھ میں آگیا تو گویا سب کچھ مل گیا کسی دل کا ہاتھ میں لانا ایک نئی دنیا کے فتح کرنے سے کم نہیں یہ جو مشہور ہے "دل بدست آور کہ حج اکبر ست" یہ صوفی ہی کا قول ہے اور صوفی ہی اس پر عمل کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ علماء امرا

بلکہ حکومتوں اور بادشاہوں سے بھی وہ کام نہیں ہو سکتا جو درویش اور فقیر کر گزرتے ہیں۔ بادشاہ کا دربار خاص ہوتا ہے اور فقیر کا دربار عام۔ یہی سبب ہے کہ بڑے بڑے جابر اور ظالم بادشاہوں کو اُن کے سامنے سر جھکانا پڑتا تھا۔

مسلمان درویش ہندوستان میں دشوار گزار اور پُرخطر راستوں، جنگلوں، پہاڑوں اور لق و دق صحراؤں کو طے کرکے ایسے مقامات پر پہنچے جہاں کوئی اسلام اور مسلمان کے نام سے بھی واقف نہ تھا جہاں ہر چیز اجنبی اور ہر بات جدا اُن کی شکل، لباس، بات چیت غرض ہر چیز ایسی تھی کہ ان کو اہل ملک سے اور اہل ملک کو ان سے وحشت ہو لیکن حال یہ ہے کہ انھیں صدہا سال گزر چکے ہیں لیکن اب بھی ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا صبح و شام اُن کے آستانوں پر پیشانیاں رگڑتے اور ان کے توسّل اور تصرّف سے مرادیں پاتے ہیں۔

برہان پور جیسی اولیاء خیز سرزمین میں چودہ ۱۴ خانوادوں اور ان کی شاخوں کے بہت سے عظیم درویش، صوفیاء، فقراء اور اولیاء آرام فرما ہیں۔

عزیزم عتیق صاحب نے چند نفوس مقدسہ کا مختصر تعارف کروایا ہے اس لئے کہ طریق اختصار داخل سنت ہے جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فخریہ ارشاد ہے (یعنی مجھ کو ذاتِ باری تعالیٰ نے کلمات جامع عطا فرمائے اور کائنات کو میرے لئے مختصر کردیا) اس اختصار کی ایک اور ظاہری وجہ آج کل کی گرانی اور مؤلف کے وسائل کی کمی ہے۔

اس کتابچہ کی تالیف کا مقصد میری نظر میں مؤلف کی یہ پوشیدہ آرزو ہے کہ ایک تو ان کی یادگار ہو جس سے پڑھنے والا کشادگی حاصل کرے اور ان کے

حق میں دعائے خیر اور شاید اسی بہانہ ان کی قبر بھی کشادہ ہو جائے و نیز ارواحِ مقدسہ سے ان جیسے شوریدہ روزگار کو محبت پہنچے۔ وہ خود بھی نقشبندی مجددی سلسلہ سے منسلک ہیں اور بچپن ہی سے اس گروہ سے محبت رکھتے ہیں۔

عتیق صاحب نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ "مقدمہ" کے طور پر میں بھی کچھ لکھدوں مجھے پہلے تو کچھ پس و پیش رہا کیوں کہ مجھے اپنی کسر ی کے لئے بہت کچھ مزید درکار تھا لیکن ان کی ہمت افزائی کی خاطر اس خیال سے یہ جسارت کی ہے کہ اس پر دی زمانے میں بڑے لوگوں نے اچھوں کو بالکل بھلا دیا شاید اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے اس مختصر تذکرہ سے گمراہ لوگ، صاحب دل لوگوں کی یاد تازہ کرکے اُن کی طرف راغب ہوں اور اُن کے فیض کی برکت سے سعادت ابدی حاصل کریں اور مجھ جیسے گنہگار کیلئے بھی تھوڑا سا توشۂ عاقبت تیار ہو جائے۔

میں نے عتیق صاحب کی اجازت اور رضامندی سے مسودہ میں حسب گنجائش کہیں کہیں ضروری اضافہ کیا ہے لیکن اجمال کے ساتھ۔

فاروقی سلاطین کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔ بانی سلطنت سے لیکر خاتم سلطنت تک (تقریباً دو سو سال) اس سلسلہ کے تمام سلاطین راسخ العقیدہ سنی ہونے کے علاوہ درویش دوستی اور معارف نوازی میں ایک دوسرے پر تفوق رکھتے تھے۔ نیز ہر سلطان کسی نہ کسی بزرگ کی بیعت سے سرفراز تھا۔ نصیر خاں حضرت زین الدین داؤدؒ کا مرید تھا جن کے نام سے زین آباد موسوم ہے۔ علینا عادل خاں حضرت شاہ بھکاریؒ کا مرید تھا، مبارک شاہ حضرت شہبازؒ کا مرید تھا، محمد شاہ فاروقی حضرت شاہ آباد ابراہیمؒ کا مرید تھا۔

راجے علی خاں عادل شاہ حضرت شیخ عبدالرحیم کیر دکنی کا مرید تھا ۔

یہی وجہ ہے کہ رفتہ رفتہ یہاں نہ صرف ہندوستان کے کونہ کونہ بلکہ عرب و عجم کے کے مشاہیر علماء و مشائخ رونق افروز ہوتے چنانچہ اندرون شہر اور نواح شہر میں دور دور تک بے شمار عالیشان مقابر اس دعوے کی دلیل کے طور پر موجود ہیں ۔

برہان پور نہ صرف اولیاء کرام کی تمناؤں کے مطابق آباد ہوا اور ہمیشہ ان نفوس مقدسہ کے زیر سایہ رہا ۔ بلکہ اس پر ابتدا ہی سے سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت بھی رہی ۔

برہان پور آباد ہونے کے بعد اس کا روحانی انتظام حضرت برہان الدین غریبؒ کے تصرّف میں رہا ۔ ایک مرتبہ حضرت اپنے ایک مرید "سعدی دکنی" کے ساتھ (جو قصبہ ڈیر پور متصل برہان پور میں دفن ہیں) اپنے مرشد سلطان نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ سلطانجی نے حضرت غریب سے دریافت فرمایا کہ یہ جوان کس کا مرید ہے ۔ حضرت نے جواب دیا اسی بارگاہ کے خاک نشینوں میں شامل ہے سلطانجی نے خوش ہو کر اپنی چادر اتاری اور شیخ سعدی کو لینے کا اشارہ کیا شیخ سعدی نے کہا میرے پیر (یعنی سلطانجی کے مرید و خلیفہ شیخ برہان الدین غریبؒ) دینگے تو لونگا سلطانجی نے وہ چادر حضرت برہان الدین کو دی کہ انھیں دیدو اور انھوں نے دی ۔

حضرت سعدی دکنی کا زمانہ حیات متعین نہیں لیکن امیر خسرو کے ہمعصر تھے ان کا شمار اولیائے کاملین میں ہے مزار مبارک برہان پور سے چھ میل دور موضع ڈیر پور میں ہے ان کے عرس کے موقع پر نہ صرف اطراف بلکہ برہان پور کے صوفیائے کاملین اور اولیاء کرام پا پیادہ جا کر کسب فیض کرتے تھے جس زمانہ میں شیخ برہان الدین

رازِ الٰہی کی ولایت و مشیخت درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی آپ شیخ سعدی کے عرس پر بیدر تشریف لے جاتے تھے۔ شیخ سعدی دکنی ولی کامل ہی نہیں تھے بلکہ شاعر بھی تھے اور برہان پور کے آباد ہونے سے پیشتر اس کے قرب و جوار میں فارسی اور ہندی کے فقروں کو جوڑ کر ریختہ (اردو) میں شاعری کی ابتدا کر چکے تھے فرماتے ہیں ؎

سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ دُرِ ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

جیسا کہ محمود لاہوری کی "خالق باری" غلطی سے امیر خسرو سے منسوب چلی آرہی ہے اسی طرح اس کا احتمال ہے کہ امیر خسرو کے ہمعصر ہونے اور روحانی تعلق کی یکجائی کے سبب خسرو سے منسوب ہندی کلام میں سعدی دکنی کا کچھ کلام مخلوط ہو۔ اس تذکرہ کے اوراق مزید تفصیلات کے متحمل نہیں اس لئے مجموعی اعتبار سے نفوس مقدسہ کے بارے میں یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ آپ تاریخ اسلام میں سے ان اللہ والوں کا جن میں ایک ایک اپنے عہد کا گل سرسبد منارہ نور اور نوع انسانی کے لئے باعث شرف و عزت تھا، نکال کر دیکھیں کہ ان کے بعد کیا رہ جاتا ہے، اگر ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تو پھر کونسی جماعت لائق اعتماد و سرمایۂ افتخار ہوگی۔

ان مشائخ و اولیائے کرام نے سلوک و تصوف کو اجتہاد کے درجہ تک پہنچا دیا اور اسکو دین کی بڑی خدمت اور وقت کا جہاد قرار دیا جسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قلوب و نفوس کی موجودہ کھیتیوں کو زندہ کیا اور روح کے مریضوں کو شفا دی انکی تربیت سے ایسے ایسے مردانِ کار پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے عہد میں مسلم معاشرہ میں ایمان و یقین اور عمل صالح کی روح پھونکی اس گروہ کی افادیت اور اس کی خدمات سے انکار یا تو وہ شخص کرے گا جسکی تاریخ اسلام پر نظر نہیں،

یا جن کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو مسلم سوسائٹی بہت عرصہ ہوا دم توڑ چکی ہوتی اور مادیت کی سرکشی اور گرم لہر اس کے بچے کھچے ایمان و یقین کا خاتمہ کر دیتی، دلوں کا اللہ سے، زندگی کا روحانیت سے، معاشرہ کا اخلاق سے، رشتہ ٹوٹ جاتا باطنی امراض کی کثرت ہوتی قلوب و نفوس کی بیماریاں پھیلتیں اور طبیب نہ ملتا۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا ان کی جگہ لینے والا، درد کا مداوا کرنے والا کوئی ہے؟

صفیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

میری یہ دلی آرزو اور دعا ہے کہ میاں عتیق سلمہٗ اس سلسلہ کو جاری رکھیں اور اس تذکرہ کی اشاعت و فروخت کے بعد اس کی دوسری جلد کی تیاری میں منہمک ہو جائیں تاکہ تمام مقامی قابلِ ذکر اولیاء کرام کے ذکرِ خیر کا شرف انہیں حاصل ہو جائے۔ مخیر حضرات کی آج بھی کمی نہیں کوشش شرط ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے وجود انسانی میں جن چار چیزوں کے تزکیہ و طہارت کا حکم دیا ہے وہ ہیں۔ (۱) قلب (۲) روح (۳) نفس اور (۴) قالب، اذکار، مراقبے، مجاہدے، ریاضات و عبادات سب کا مقصد مذکورہ تزکیہ و طہارت سے بلند ہوتے ہیں۔

عوام کا تزکیہ و طہارت یہ ہے کہ تصفیہ قلب ہو جائے طبیعت کا گرد و غبار دور ہو کر جلا پیدا ہو اور روح مجلّیٰ اور مصفّیٰ نظر آئے۔ اگر یہ صفا اور جلا عوام کو حاصل ہو جائے تو زندگی آراستہ ہو جاتی ہے اور عاقبت بخیر ہونے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔

اولیاء اللہ [illegible] ایک قدم آگے بڑھتے اور قلب و روح کی طہارت کیساتھ اپنے نفوس کو بھی مسخر کرتے ہیں قلب و روح کی طہارت و پاکیزگی نسبتاً آسان ہے لیکن نفس کی طہارت بہت مشکل ہے

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کا بس کا کام نہیں

نفس امارہ پر غلبہ پانا آسان کام نہیں اس منزل سے وہی گذر سکتا ہے جو آرام کو آرام، تکلیف کو تکلیف لذت کو لذت غم کو غم اور خوشی کو خوشی نہ سمجھے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ "اللہ تو ہم سے راضی ہوجاتا ہے ہم اللہ سے راضی نہیں ہوتے۔" یہ نفس امّارہ ہے جو ہم کو اللہ سے راضی ہونے نہیں دیتا۔ اولیاء اللہ نفس کی اس سرکشی کو ختم کرتے ہیں تو اللہ کے ولی بن جاتے ہیں اور منزل ولایت تک پہنچتے ہیں تین چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔

(۱) قلب (۲) روح اور (۳) نفس۔

انبیاء علیہم السلام اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں اور وہ ان تینوں چیزوں کی طہارت کے ساتھ اپنے قالب کو بھی مطہر کرتے ہیں۔

اسلام نے ذکر و فکر کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا ہے۔ آنحضرت صلعم اور صحابہ کے بعد تابعین کرام، زہد و عبادت اور ریاضت و مجاہدہ کے اعتبار سے خاص طور پر نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ تابعین کے طبقہ پر نظر ڈالی جائے تو یہاں چند گروہ نظر آتے ہیں۔

(۱) نسّاک (۲) زہّاد (۳) عُبّاد (۴) بکّائیں۔ بظاہر یہ تمام اسماء مختلف اور متعارض ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ سب ایک ہی معنٰی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یعنی دین کے معاملہ میں زیادہ سے زیادہ توجہ دینا، دنیا کے معاملہ میں زیادہ سے زیادہ

ستغناء، ذکر الٰہی کی طرف زیادہ اعتناء اسطرح اصولِ حیات کا اگر خلاصہ کیا جائے تو یہ ہوگا۔

(۱) ذکر الٰہی کی کثرت (۲) کائنات کے مسائل پر فکر و تامل (۳) اہل دنیا سے استغناء (۴) حُبّ دنیا سے بیزاری (۵) اللہ پر کامل توکل۔

یہ تھے وہ بنیادی عقائد جن پر کردار اور عمل کا سارا دارو مدار تھا اور اسی روشنی میں زہد و تصوف کا قافلہ آگے بڑھتا رہا۔

اکثر زہاد و عباد پہلی اور دوسری ہجری میں ظاہر ہوئے اور ان کے بعد جو لوگ آئے وہ زیادہ تر صوفیا یا اولیاء کے نام سے ملقب ہوئے لیکن یہ سب کے سب اس شجر مبارک کی شاخیں اور ٹہنیاں تھیں جنکی مضبوط جڑ حیات نبی صلعم کے چشمۂ نور سے سیراب اور مستحکم ہوئی۔ یہ نفوس زکیہ اور قلوب نقیہ وہ تھے جنہوں نے ریاضت و مجاہدہ سے اپنے وجود کی تکمیل کرلی تھی پھر اس شجر مبارکہ کی شاخیں بڑھیں، کونپلیں پھوٹیں، پتیاں رنگ لائیں، پھل پھول نمایاں ہوئے اور فتوحاتِ الٰہیہ کا ایک نیا دور شروع ہوگیا مقدس اولیائے کرام کے مزارات پرانوار آج بھی فیض کا سرچشمہ ہیں جہاں شکستہ دلوں کو تسکین کی دولت ملتی ہے اور مایوس و ناکام اپنی مرادیں حاصل کرتے ہیں۔

خدا کرے کہ اس مختصر سے تذکرہ میں تحریر کردہ اولیائے کرام کے بصیرت افروز حالات سے قارئین کے دلوں میں ایمان کی شگفتگی اور شعور میں اسلام کی روشنی پیدا ہو اور ہر مسلمان اپنے نفس کا تزکیہ کر کے اپنی زندگی میں اس راستہ کو اختیار کرے۔ جسے قرآن مجید میں "جادۂ نعمت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

★★

مدینۃ الاولیا

از استاد فاضل انصاری

شہر برہان پور - یہ تاریخ کا روشن مقام — جلوہ گاہِ نورِ ایماں - درس گاہِ علم دیں
حلقۂ عالم میں ہے کچھ اسطرح اس کا وجود — جسطرح انگشتری میں ہو جڑا کوئی نگیں
اس کا ہر میدان منور - اس کا ہر گوشہ جمیل — ہر نظارہ اس کا رنگیں، اس کا ہر منظر حسیں
اسکی دنیا گلفشاں، اسکی فضائیں مشکبار — صبح اسکی ہے معطر - شام اس کی عنبریں
اسکی ہر اک رہ گزر ہے جیسے چمکتی کہکشاں — اس کا ہر نقش قدم - ہو جسطرح ماہِ مبیں
اسکے ہر پتھر کا حسن ضوفگن - آئینہ ساز — اسکے ہر کانٹے کی رعنائی - گلستاں آفریں
اسکے ہر ذرے کی تابانی - حریفِ آفتاب — اسکے ہر قطرے کی گہرائی - سمندر کی امیں
ہیں یہاں گزرے کچھ ایسے بھی ولی قدسی صفات — جنکی ذاتِ پاک تھی محبوب رب العالمیں
یعنی عیسیٰ شاہ جند اللہ - مسیح الاولیا — خاک ہے اکسیر جنکے آستاں کی ہمنشیں
شہ بہاؤ الدین باجن کی فضیلت کیا کہوں — اولیائے باصفا میں آپ تھے افضل تریں
وہ نظام الدین بھکاری شاہ، عالی مرتبت — خم تھی جنکی بارگہ میں بادشاہوں کی جبیں
وہ برہان الدین ولیِ باخدا، رازِ الہ — مطلعِ انوارِ ایماں - مصدرِ اسرارِ دیں
شاہ فضل اللہ - وہ نائب رسول اللہ کے — صاحبِ علم الیقیں - عین الیقیں - حق الیقیں
شیخ عارف شاہ لشکر - نازشِ اہلِ کمال — افتخارِ عارفانِ اولین و آخریں
کل کبھی اسکی خاک سے اٹھے تھے درویش و ولی — اولیا خیز اب بھی ہے اسکی مقدس سرزمیں

میری نظروں میں اے فاضل یہ مرا برہانپور
دہلی و بغداد و غرناطہ سے ہرگز کم نہیں

حضرت برہان الدین اولیاء غریب قدس سرہٗ

خاندانی سلسلۂ نسب

امام اعظم ابو حنیفہ کوفیؒ
شیخ عبد السلامؒ
شیخ عبد الصمدؒ
شیخ عبد الرشیدؒ
شیخ عبد اللہؒ
شیخ ابو بکر
شیخ سلطان ابراہیم
سلطان مظفر
ناصر السنوی
شیخ محمد محمود
حضرت برہان الدین اولیاء غریبؒ
(ولادت سنہ ۶۵۴ھ م سنہ ۷۳۸ھ)

روحانی سلسلۂ نسب

حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ
ولادت سنہ ۲۶۰ھ متوفی سنہ ۳۵۵ھ

حضرت عثمان ہارونیؒ
(و سنہ ۵۳۰ھ) (م سنہ ۶۱۷ھ)

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ
(و سنہ ۵۳۶ھ) (م سنہ ۶۲۳ھ)

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
(و سنہ ۵۶۹ھ) (م سنہ ۶۳۳ھ)

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ (بابا فریدؒ)
(و سنہ ۵۶۹ھ) (م سنہ ۶۶۴ھ)

حضرت نظام الدین اولیاءؒ
(و سنہ ۶۳۴ھ) (م سنہ ۷۲۵ھ)

نام اور القاب :۔ حضرت برہان الدین اولیاء غریبؒ کو مختلف تذکروں میں سید الاولیاء والعارفین، قطب عالم، مظہر الوہیت، طیر لامکاں، قطب المدار اور بایزید ثانی کے القاب سے یاد کیا گیا ہے

یہ خاندانی اور روحانی سلسلۂ نسب اور القاب و درجات اس عظیم شخصیت کے ہیں جن کا اسم گرامی برہان الدین تھا اور عرف عام میں جنہیں شیخ برہان الدین اولیاء غریبؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپکی ولادت باسعادت کا شرف ہانسی کی سرزمین کو حاصل ہوا جہاں آپ کا خاندان روحانی اور مذہبی حیثیت سے جانا اور پہچانا جاتا تھا۔ آپ کے حقیقی بھائی حضرت منتجب الدینؒ تھے۔ جن کا شمار حضرت محبوب الٰہیؒ کے چہیتے خلفاء میں ہوتا تھا آپ کا مزار اقدس خلد آباد میں ہے۔ حضرت مولانا قطب الدین منورؒ آپ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ جو حضرت محبوب الٰہیؒ کے مشہور خلفاء میں سے ایک تھے آپؒ کے ماموں حضرت جمال الدین ہانسویؒ تھے جن سے جمالیہ سلسلہ کی بنیاد پڑی۔

جس وقت حضرت برہان الدین غریبؒ نے ہوش سنبھالا اس وقت آپ کا گھر دین کی دولت سے تو منور تھا مگر دنیوی دولت سے خالی تھا۔ جلد ہی والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اس لئے حالات اور بھی پیچیدہ ہو گئے۔ عبادت کا شوق بچپن سے ہی تھا اسی اثناء میں آپ کو معلوم ہوا کہ ایسا کیمیا بھی بنایا جا سکتا ہے جس کے ذریعہ سونا ہی سونا حاصل ہو جائے لیکن تمام کوششوں کے بعد کامیاب نہیں ہوئے تو خیال ہوا کہ کسی کامل شیخ سے رجوع کیا جائے۔ اسوقت حضرت محبوب الٰہیؒ کے فیوض و برکات کا چشمہ ہندوستان کو سیراب کر رہا تھا آپ بھی پیدل ہی دہلی

کی طرف چل دیئے دہلی پہنچ کر دریا کے کنارے ایک ٹوٹی ہوئی مسجد میں قیام فرمایا۔
اضطراب کے عالم میں اجنبی کی طرح زندگی گزار رہے تھے ایک رات دیکھا کہ آپ خندق
میں گرے ہوئے ہیں اور تمام کوششوں کے باوجود باہر نہیں نکل سکے حضرت نظام الدین
اولیاءؒ تشریف لائے انہوں نے اپنا ہاتھ دیکر نکال لیا اسی دم حضرت محبوب الٰہیؒ
کی خانقاہ کی طرف دوڑ پڑے۔ آپ کی حالت عجیب و غریب تھی۔ کپڑے بوسیدہ
جسم اتنا لاغر کہ چند قدم چلنا دشوار لیکن ایک جوشش تھا کہ خانقاہ کی طرف
رواں دواں تھے۔ جو بھی دیکھتا متوجہ ہو جاتا اور راستہ چھوڑ دیتا جس وقت
خانقاہ میں داخل ہوئے تو حضرت محبوب الٰہی کے خادم خاص تھے محبوب الٰہی
سے عرض کیا "برہان الدین غریب حاضر ہیں۔" اس کے بعد آپ کا لقب "غریب" ہوا
اور حضرت محبوب الٰہی کے حکم سے خانقاہ ہی میں قیام کیا۔ حضرت محبوب الٰہی
کے دیگر مریدین ـــــــ یوں تو حضرت امیر خسروؒ، امیر حسن سنجریؒ، مولانا
ابراہیم طشت دارؒ، سید خاموش، خواجہ بشرؒ، سید حسین اور اقبال
خادم آپ کے قریبی مریدین میں شامل تھے لیکن حضرت برہان الدین غریبؒ
حضرت شیخ کو کچھ اس قدر پسند آ گئے تھے کہ روز بروز ان کی قدر و منزلت
بڑھتی جارہی تھی اسے بشریت کا تقاضہ کہیئے یا حسد کی آگ کہ آپ کے کچھ
ساتھیوں نے حضرت محبوب الٰہی سے آپ کی شکایتیں کیں جس پر مرشد کا
عتاب نازل ہو گیا اور برہان الدین غریبؒ کو آزمائش کے کٹھن وقت سے
گزرنا پڑا۔

در اصل بات یہ تھی کہ آپ کے دونوں زانوؤں میں درد تھا اس لئے

درس دیتے وقت کمبل کو تہہ کر کے اس پر بیٹھ جاتے تھے یہی بات کچھ لوگوں پر گراں گزری اور اس بات کو مخلف زاویوں سے حضرت محبوب الٰہیؒ تک پہنچوایا۔ مرشد نے جماعت خانہ تک آپ پر بند کر دیا۔ حضرت برہان الدین غریبؒ کی حالت مرشد کی مفارقت میں ابتر ہو گئی دن رات آنسو بہاتے اور تڑپتے رہتے تھے حالت یوں ہو گئی تھی کہ جو دیکھتا وہ بھی رونے لگتا آخر حضرت امیر خسروؒ درمیان میں آئے اور انہوں نے قصور معاف کرایا اس کے بعد حضرت غریبؒ سلطان الاولیاء کے اتنے قریب آئے کہ انہوں نے آپ کو فرزند شائستہ اور بایزید ثانی کے القاب سے نوازا۔

حضرت برہان الدین اولیاء غریبؒ کا دکن کی طرف کوچ اور "برہانپور"

ایک دن حضرت برہان الدین اولیاء غریبؒ حضرت محبوب الٰہی کو وضو کرا رہے تھے مرشد نے دریافت کیا "تمہارے بھائی منتجب الدین کی عمر کیا تھی؟ حضرت غریبؒ نے انھیں عمر بتائی لیکن لفظ "تھی" اس سے سمجھ گئے کہ میرا بھائی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ غمگین ہو کر اپنے گھر آئے اور روتے روتے رات گزار دی۔ دوسرے دن محبوب الٰہی تشریف لائے اور خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ دکن کی طرف روانہ ہو جاؤ لیکن حضرت غریبؒ محبوب الٰہی سے جدا نہیں ہونا چاہتے تھے فرمایا "حضرت نعلین مبارک سے جدا ہو جاؤں گا۔ ارشاد ہوا انھیں بھی لیتے جاؤ کہا مجلس سے دور ہو جاؤں گا فرمایا جتنے لوگ اس وقت مجلس میں

بیٹھے ہیں انھیں بھی لیتے جاؤ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سبھی لوگ حضرت عزیبؒ کے ساتھ دکن کی طرف روانہ ہوئے اور یہ قافلہ مختلف مقامات پر روحانی فیوض لٹاتا ہوا ست پڑا کی حسین وادی میں پہنچا اور تاپتی کے کنارے اُس مقام پر پڑاؤ ڈالے جہاں کا منظر بے حد دلفریب تھا دریا کے کنارے ایک بہت بڑی چٹان تھی حضرت عزیبؒ کی امامت میں سبھی بزرگوں نے اس پر نماز فجر ادا کی حضرت شیخ نے یہاں کی دلکشی سے متاثر ہوکر خدا سے دعا کی کہ وہ یہاں ایک خوبصورت شہر آباد کرے جس کی چمک سے کائنات میں روشنی پھیلے بعد میں جو شہر اس جگہ آباد ہوا اس کا نام آپ ہی کے اسم مبارک پر "برہانپور" رکھا گیا حضرت عزیبؒ کی دعاؤں نے اثر دکھایا اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یہ شہر علم و ہدایت کا وہ چشمہ تھا جہاں سے ساری دنیا سیراب ہوئی۔

آخر یہ قافلہ سات سو ہمراہیوں کے ساتھ خلدآباد میں داخل ہوا یہاں پر شیخ نے انتیس ۲۹ سال قیام فرمایا اور یہیں اس دنیائے فانی سے کوچ کیا آپ نے اپنے قیام کے دوران اپنی پرکشش شخصیت، عبادت، معاملات اور کشف و کرامات سے ہر شخص کے قلب میں جگہ بنالی، امیر، غریب سلاطین و عوام سب آپ کے گرویدہ تھے۔

حضرت برہان الدین اولیاءؒ کے مریدوں کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ حضرت ان کا ظاہر و باطن سنوارنے کیلئے ہدایتیں فرماتے رہتے تھے جن ہدایتوں پر زیادہ زور دیتے وہ اس طرح ہیں۔

انسان کے عیوب ـــــ ایک بار حضرت مولانا وجیہہ الدین یوسف حاضر خدمت ہوئے اور فرمایا جس قدر میں اپنے نفس کے عیوب دور کرتا ہوں اسی قدر عیوب زیادہ دکھائی دیتے ہیں حضرت شیخ عزیبؒ نے فرمایا "انسان کا کمال تو یہی ہے کہ جب وہ کمال کو پہنچتا ہے تو اس کی نظر اپنے عیوب پر زیادہ ہوتی ہے۔

سخی اور بخیل ـــــ حضرت شیخ نے فرمایا ایک سخی اور بخیل میں یہ فرق ہے کہ سخی مہمان کو دوست رکھتا ہے اور بخیل دولت کو مہمان رکھتا ہے۔

دنیا کیا ہے ـــــ فرمایا "دنیا سائے کی طرح ہے جب آدمی سائے کی طرف منہ کرتا ہے تو وہ اس کے آگے آگے چلتا ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو پیچھے پیچھے آتا ہے۔

حضرت شیخ کی زبان سے جو بات نکلتی اس میں بڑی شیرینی، فصاحت اور بلاغت ہوتی اثر اس قدر تھا کہ جب آپکی مجلسوں سے لوگ اٹھتے تھے تو اپنے دل کو پاک اور ذہن کو صاف پاتے تھے آپکی نظر التفات سے حضرت فریدالدین ادیب، حضرت فخرالدین، حضرت کا کا سعد بخت، حضرت رکن الدین کاشانی، حضرت مجدالدین بہت مقبول ہوئے۔

حضرت عزیبؒ اور سلاطین

(۱) نصیرالدین فاروقی نے آپکے اسم مبارک پر "برہان پور" کے نام سے ایک حسین شہر آباد کیا۔ (۲) سلطان محمد تغلق آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا ایک بار اس نے تین ہزار سونے کے ٹنکے خدمت میں ارسال کئے مگر حضرت نے انھیں قبول نہیں کیا اور فرمایا "ضرورت نہیں" سلطان نے دوبارہ

بھیجا اور کہلایا کہ آپ کے واسطے ملک خدمت گاروں کے لئے ہیں۔ حضرت شیخ نے خادم خاص کو بلا کر فرمایا "گھر میں اس وقت کیا موجود ہے؟ خادم نے بنیں ٹنکے لاکر خدمت میں پیش کئے حضرت نے فرمایا انھیں ملا کر فقیروں میں تقسیم کر دو، آپ سلاطین وامراء سے ملنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

ایک بار بعد نماز جمعہ محمد تغلق آپ سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا جب حضرت کو معلوم ہوا تو اللہ سے دعا کی کہ وہ یہاں نہ آئے بادشاہ کی طبیعت میں تغیر ہوا اور وہ راستہ سے ہی واپس ہو گیا۔

حضرت کی غذا اور لباس

ایک زمانہ تک آپ کی غذا لوبیا اور جو کی روٹی رہی اور اس کے سامنے مغز بادام اور مصری کو بھی ہیچ سمجھتے تھے تیس ۳۰ برس تک داؤدی روزے رکھے افطار صرف پانی، سرکہ یا دہی سے فرماتے تھے۔

لباس میں عمامہ، کرتا اور تہبند پسند کرتے تھے ذاتی ملک میں آخری وقت میں کوئی چیز نہیں چھوڑی ان کی قناعت پسندی کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ چھ برس تک صرف ایک مصلیٰ ہی پاس تھا اسی پر نماز پڑھتے اور اسی کو اوڑھ بچھا لیتے تھے۔

محفل سماع اور ریاضت

سماع کو پسند فرماتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا کہ کلام سنتے سنتے بے حال ہو جاتے تھے ریاضت کا یہ عالم تھا کہ عشاء کے وضو سے بچیس ۲۵ سال تک فجر کی نماز پڑھی۔ روزمرہ کی عبادتوں میں صبح کی نماز کے

بعد وظائف پھر اشراق، صلوٰۃ التحفہ اور چاشت کے بعد قرآنِ پاک کے تین پارے تلاوت فرماتے تھے اور پھر قبرستان زیارت کے لئے نکل جاتے وہاں وہاں ہزار بار سورۂ اخلاص کا ورد کرتے اس کے بعد واپس تشریف لاکر قیلولہ فرماتے دن کے دوسرے حصے میں ریاضت وعبادت کے علاوہ درس کا سلسلہ بھی چلتا رہتا ۔

ملفوظات :۔ حضرت غریبؒ کے ملفوظات میں (۱) حصول الوصول (۲) ہدایت القلوب (۳) نفاس الانفاس بہت مشہور ہوئے ۔

علالت اور وفات :۔ حضرت غریبؒ علیل ہوئے لیکن علاج کے لئے کبھی تیار نہیں ہوئے، فرماتے تھے کہ ذکرِ حبیب ہی میرا طبیب ہے علالت کے زمانے میں بھی رشد وہدایت، ریاضت وعبادت جاری رہی۔ آخر وقت میں لوگوں نے دلّی لے جانا چاہا مگر انکار کردیا جب آپ کا آخر وقت آگیا تو حضرت محبوب الٰہی کی تسبیح کو سامنے رکھ کر اپنی دستار گلے میں ڈال فرمایا۔

"مسلمان ہوں امتِ رسول ہوں" شیخ نظام الدین اولیاءؒ کا مرید ہوں میں نہ تو نیک تھا اور نہ نیک زندگی بسر کی - اپنا انصاف خود ہی کرتا ہوں پھر مرشد کی تسبیح سے تجدید بیعت کی روتے روتے خادم سے فرمایا سب لوگوں کو لے جاکر کھانا کھلادو کچھ باقی نہ رہے اس کے مرشد کا خرقہ اور تبرکات لانے کو کہا اسی وقت روح قفس عنصری

سے پرواز کر گئی۔

وفات کی تاریخ صفر ۷۳۸ھ ہے اور مرقد مبارک خلدآباد میں زیارت گاہ عام ہے آپ کے سامنے ہی مرید خاص سید داؤد حسین زین الدین آرام فرما ہیں اور انھیں کے قدموں میں عالمگیر اورنگزیب کا مزار مبارک ہے۔

حضرت سید زین الدین شیرازی قدس سرہٗ

آپ حضرت برہان الدین غریبؒ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے آپ کا پورا نام زین الدین عرف زین الحق تھا۔ دولت آباد کے مشہور قاضی تھے وطن آپ کا شیراز تھا۔ آپ کے والد ماجد کا نام خواجہ حسن تھا آپ کی ولادت باسعادت ۷۰۱ھ میں بمقام شیراز ہوئی۔ کہتے ہیں کہ ـــــــ

"ایک روز خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ اپنے خلفاء کے ہمراہ صحرا کی طرف تشریف لے گئے۔ اسی اثناء میں خواجہ معین حسن سنجری قدس سرہٗ کو مخاطب کرکے اشارہ فرمایا کہ آج ایک آواز میرے کان میں آتی ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ نے عرض کیا کہ میرے کان میں بھی کچھ آواز خوشی کی سنائی دیتی ہے اور یہ ایسی آواز ہے جس سے دل کو فرحت حاصل ہو رہی ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ اسی ساعت میں ایک لڑکا شیراز میں پیدا ہوا ہے وہ صاحب ولایت اور

خوارق عادات میں بڑا مشہور ہوگا۔ وہ تمہارے خلفاء سے پانچویں درجہ میں ہوگا۔ اور نعمت و خلافت اس سلسلہ عالیہ کی حاصل کرے گا۔ اور اس کا نام داؤد حسین شیرازی ہوگا۔"

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔

سید داؤد عرف زین الحق دولت آبادی بن سید حسین بن سید محمود بن سید طاہر بن سید علاؤ الدین سید احمد بن سید قطب الدین بن سید داؤد بن سید خیر الدین بن شمس الدین بن سید احمد بن سید علی اردمی بن حسن بن سید احمد الفراح حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام قدس سرہم

آپ شیراز سے دہلی اور پھر دہلی سے دولت آباد منتقل ہوئے آپ بڑے جیّد عالم تھے۔ اسی لئے دولت آباد میں علماء اور طلباء کا ہجوم ان کے گرد رہتا تھا ایک مسجد میں تفسیر اور حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔

ایک روز مولانا رکن الدین عماد کاشانی کے ہمراہ حضرت شیخ برہان الدین غریب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں حضرت شیخ کی طرف غیر معمولی کشش محسوس کی اور توبہ کرکے دست ارادت دیا اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے آپؒ ہمیشہ مرشد کی صحبت بابرکت میں رہنے لگے۔ رفتہ رفتہ پیر کی توجہ سے اعلیٰ مدارج حاصل کئے۔ آپ صاحبِ کرامت علوم باطنی کے مجمع علوم ظاہری میں کمالِ فضیلت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچے اور حافظ قرآن ہوئے۔

اسطرح ۷۳۶ھ میں حضرت برہان الدین غریبؒ نے ان کو خرقۂ خلافت عنایت فرماکر تاج سرفرازی بخشا۔

زیارت بزرگان :۔ ۷۹۴ھ میں دہلی پہنچ کر حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی صحبت سے مشرف ہوکر فیوضات کثیر حاصل کئے بعد ازاں حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور وہاں کے سجادہ صاحب سے تبرکات خاص حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر کے حاصل کئے ۔

واپسی دکن کے زمانے میں آپؒ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے اجمیر روانہ ہوئے یہاں بھی آپؒ نے بہت فیوضات اور فوائد حاصل کئے ۔ بہت سے لوگ آپ کی سعادت ارادت سے مشرف ہوئے ۔

زیارت سے فارغ ہوکر اجمیر سے دکن کی طرف واپس ہوئے اور منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے لوگوں کو مستفیض فرماتے ہوئے دولت آباد کو اپنے قدم مبارک سے زینت بخشی ۔

چونکہ ملک راجہ حضرت زین الدین صاحب کا مرید تھا ۔ اور شیخ سے ارادت اور خلافت کا خرقہ پایا تھا اس لئے مرتے وقت اپنے بڑے بیٹے نصیر خان کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے خلافت اور اجازت اس کو سپرد کی ۔

جسوقت نصیر خاں فاروقی نے اسیر گڑھ کا قلعہ فتح کیا تو حضرت زین الدینؒ خلد آباد سے مبارکباد دینے کیلئے برہان پور تشریف لائے ۔ خبر پاتے ہی نصیر الدین فاروقی نے اپنے شہزادوں کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر روحانی فیض حاصل کئے ۔ تھوڑے دنوں بعد جب حضرت رخصت ہونے لگے تو آپؒ نے کھڑے ہوکر ملک کے ان دو

امان اور سلطنت میں برکت و ترقی کیلئے دعا مانگی ۔

نصیر الدین فاروقی نے آپ سے خواہش ظاہر کی میں آپ کی گزر بسر کے لئے چند دیہات نذر کرنا چاہتا ہوں ۔ حضرت نے فرمایا ہم فقیروں کو اس کی ضرورت نہیں ۔ اگر ہم سے عقیدت و محبت ہے تو جہاں شاہی خیمے نصب تھے وہاں ایک شہر آباد کر کے میرے پیر حضرت برہان الدین غریبؒ کے نام پر اس کا نام برہانپور رکھئے اور جہاں میرا قیام تھا وہاں ایک قصبہ بسا کر اس کا نام میرے نام پر "زین آباد" رکھئے بادشاہ نے حضرت کے ارشاد کے مطابق ایک ہی دن دونوں مقامات پر کام شروع کروا دیا اس طرح سنہ ۸۰۲ھ مطابق سنہ ۱۴۰۰ء میں شہر برہانپور اور زین آباد عالم وجود میں آ گئے ۔

کرامت :۔ آپ کی بہت سی کرامتیں ہیں جیسے ۔ آپکے کاشانے کی خاک سے مریض شفا پاتا ، آپ کی دیوار سے لکڑی ٹیک دینے کے باعث آگ کا اثر نہ کرنا ۔ شریعت کا رواج دینا ۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خوب کوشش کرنا ۔ شاہ عالمگیر کا آپ کی بزرگی عظمت اور کرامت کے اعتراف میں عقیدت سے اپنے فرزند اعظم جاہ کو وصیت کرنا جن کی تفصیل کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ۔

آخری وقت جب آپ کے پاس دنیاوی اسباب میں صرف ایک ساڑی اور تین کیلے (موز) اور تھوڑی سی گل چوری تھی ۔ اور اس کے علاوہ کتب خانہ تھا ۔ یہ سب محتاجوں کو تقسیم کر دئے اور کتب خانہ وقف کر دیا ۔

حضرت شاہ زین الدینؒ وقت نماز عصر بتاریخ پچیسویں ربیع الاول

سنہ ۷۷۱ھ میں جہان فانی سے عالم بقاء کی جانب رولئ ہوگئے۔

آپ نے کسی کو خلیفہ و جانشین مقرر نہیں کیا۔ مرض کے وقت میں کچھ نہ کھاتے صرف پانی پیتے اس پر بھی نماز پابندی سے ادا کرتے۔ فرض نماز ادا کرنے کے دوران سر مبارک مصلّیٰ پر سجدۂ معبود حقیقی میں رکھکر جان شیریں جہاں آفریں کو تفویض کی۔

مزار مبارک خلد آباد میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت شاہ بہاء الدین باجن چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ اکابر کاملین و مشاہیر اولیائے متقدمین برہان پور میں ہیں آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۷۹۰ھ مطابق سنہ ۱۳۸۸ء میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام حاجی معز الدین ہے۔ جو حضرت جلال بخاریؒ کے خلیفہ کامل تھے۔ آپؒ حضرت مولانا احمد مدنی کی اولاد میں سے ہیں اور وہ حضرت زید ابن خطاب برادر امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے خرقۂ خلافت حضرت شیخ رحمۃ اللہ بن شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ مندوی سے انہوں نے ابن شیخ یحییٰ بن شیخ لطیف الدین دریا نوش سے اور انہوں نے رکن الدین کان شکر سے اور انہوں نے خواجہ محمد زاہد چشتی سے اور انہوں نے خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس اللہ

شاہ بہاؤالدین باجن چشتی رحمۃ اللہ علیہ
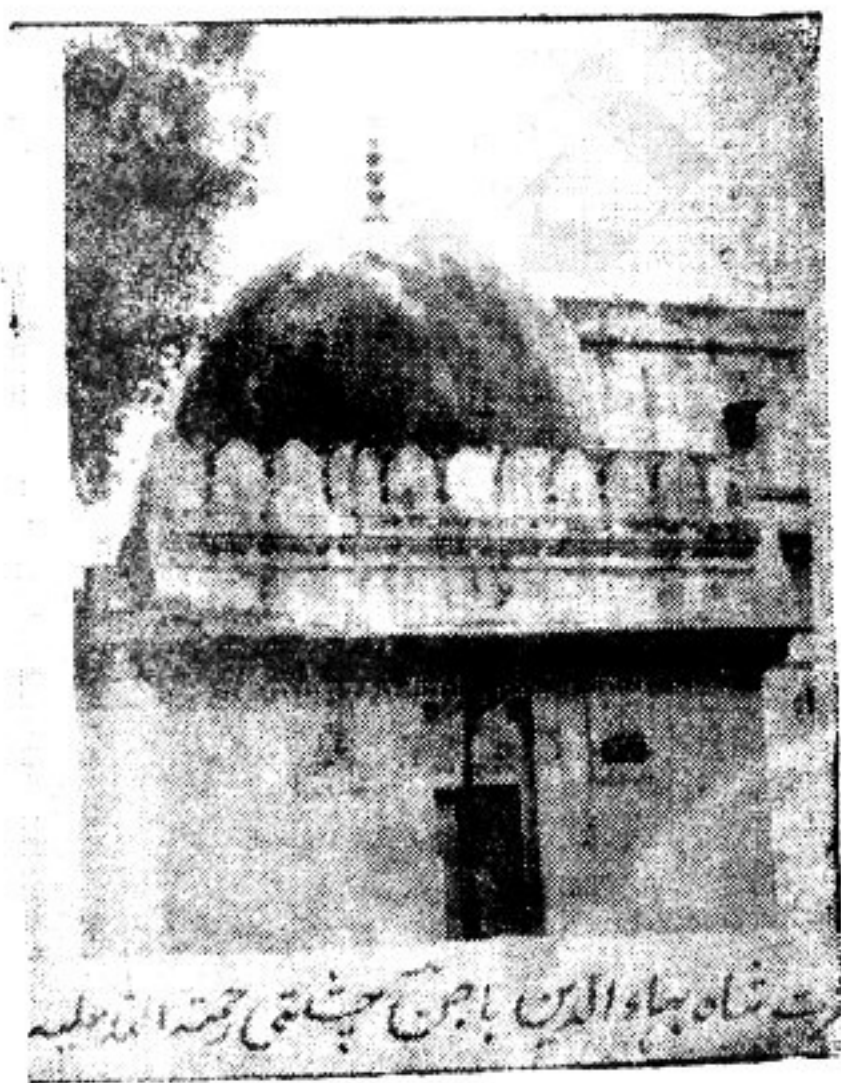
اسرار ہم سے حاصل کئے۔

مولانا احمد عارف حقائق کونین وصاحب اسرارِ ولایت تھے۔ آپ کے دل میں تجلیات الٰہی کا دریا موجزن تھا یہی وجہ تھی کہ آپ عارفِ وقت وعابد زمانہ کہلاتے تھے۔

مولانا احمد عاشق رسول تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار رہتے تھے۔ علم حدیث میں جو عقدہ مشکل ہوتا تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود آکر حل فرماتے تھے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ آدھی شب کو روضہ منورہ میں تشریف لے جاتے تو حرم شریف کے تمام دروازے کھل جاتے تھے اور شمع دانیاں خود بخود روشن ہوجاتی تھیں۔

حضرت باجن شیخ عزیز متوکل علی اللہ سے بیعت ہونے کے بعد ان کے فرزند رحمت اللہ کے مرید ہوئے اور مراتب وسلوک و ولایت میں کامل ہوئے حضرت مخدوم شیخ رحمت اللہ علیہ نے آپ کے دل میں تجلی حق پائی تو آپ کو ملک حجاز کی طرف جانے کا حکم دیا۔ جب آپ خراسان پہنچے تو آپنے خواب میں دیکھا کہ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ السلام آپ کے پیر کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں تیرے مرید کو کہو کہ تیرا حج خدا کی جناب میں قبول ہوا تم پیچھے کی جانب لوٹ چلو اور برہان پور جو ملک خاندیش کا مشہور شہر ہے وہاں سکونت اختیار کر کے علمِ دینِ محمدی کو بلند کرو اور خلق خدا کو فیض پہنچاؤ۔ آپ یہ حکم پاکر خوشی خوشی پیچھے لوٹ پڑے شاہ باجن

وہاں سے مرشد موصوف کی ملاقات کے واسطے روانہ ہوئے پتہ چلا کہ آپ کے پیر اس دار فانی سے پردہ کر کے مالک حقیقی سے جا ملے تو بڑے غمگین ہوئے اس وقت شیخ احمد عطاء اللہ بن شیخ سعد اللہ جو حضرت مخدوم کے برادر زادہ تھے آپکے پیر کے قائم مقام تھے انہوں نے بحکم وصیت مرشد کے خرقۂ خاصہ آپکو عطا کیا۔ آپ مخدوم کی قبر پر آستانہ بوسی کو گئے ارشاد باطنی پاکر دکن کی طرف روانہ ہوئے اور دولت آباد پہنچکر حضرت سلطان برہان الدین غریبؒ کے مرقد مبارک کا طواف کر کے شہر بید ر پہنچے۔ وہاں سے حضرت مسعود بک سے خرقہ مسعودی حاصل کیا اور گجرات میں قیام کیا اور پھر وہاں سے مسجد خان پورہ شہر برہانپور میں قیام کیا۔ جب حاکم شہر اعظم ہمایوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بڑے اعزاز و احترام سے آپ کو ہمراہ لایا اور آپ کے لئے خانقاہ اور مسجد تعمیر کروائی اور خانہ پورہ مواضع جاگیر مصارف خانقاہ کیواسطے مقرر کیا۔

لقب باجن ہونے کا سبب

جب حضرت شاہ باجن اپنے پیر و مرشد کے مرقد پر گئے اور عطا کردہ خرقہ کھول کر حضرت مخدوم کی قبر مبارک پر پہنایا اور فرمان مبارک بھی قریب رکھدیا آپ اور شیخ ابواحمد روضہ کے پاس باادب کھڑے ہو گئے اور قوالان خوش گفتار نے آپ کی ہندی غزل گانا شروع کی جب قوال اس سخن پر پہنچے

شاہ رحمت اللہ منجھ بیہ بلاؤ
تم باج لاکو کسکے پاؤ

قبر سے ندا آئی ——— باجن لاگی تیرے پاؤ

اسی روز سے آپ اسی لقب "باجن" سے مشہور ہوئے۔

محمد سر در پریم کا رحمت اللہ بھریا
باجن جیؤ را وار کر سر آگیں دھریا

حضرت شاہ باجن کو رقت طاری ہوئی اور وجد آگیا اور چکر کھانے لگے ندا آئی پہلو تمہارا حق ہے جب دونوں ہاتھ بلند کئے خرقہ اچھل کر بدن پر آگیا

آپ کی ذات بابرکات سے ہزارہا لوگوں کو فیض پہنچا اور انھیں ہدایت ظاہری و باطنی نصیب ہوئی اور درجہ ولایت کو پہنچے۔

آپ صاحب کشف تھے آپ کی بے شمار کرامتیں ہیں

فاروقیہ سلاطین میں سے ایک بادشاہ نے امتحان [illegible] دن آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دل میں خیال کیا کہ حضرت اگر ہم سب کو سیر ہو کر کچھ کھلائیں تو صاحب کشف سمجھوں گا بادشاہ کے پہنچتے ہی آپ نے شیخ عبد الحکیم اپنے صاحبزادے کو فرمایا کہ قرآن شریف کی جزدان لاؤ اور بسم اللہ کہکر جو کچھ اس میں سے نکلے حاضرین کے سامنے رکھو۔ صاحبزادے نے آپ کے فرمانے پر عمل کیا جزدان میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو گرما گرم روٹی اور تازہ حلوہ برآمد ہوا۔ چنانچہ ان مہمانوں کے علاوہ گھر میں یہ غیبی نعمت بھیجی گئی پھر آپ نے حکم دیا کہ جزدان میں قرآن مجید رکھدیا جائے اور بادشاہ کے کان میں جھک کر کہا

"فقیروں کی آزمائش مناسب نہیں"

تصانیف :- آپ کی تصانیف میں سے "خزانۂ رحمت" فارسی زبان میں ہے اور اس میں آپ نے اپنے مرشد کے ملفوظات اور

ارشادات جمع کئے ہیں یہ کتاب علم سلوک و حقائق کے موضوع پر تصنیف کی گئی ہے۔ جو تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

آپ کے کچھ اشعار تبرکاً لکھے جاتے ہیں

یوں باجن باجے مجھے اسرار نیتا سے
منڈل من میں دھمکے ردب رنگ ہیں جھمکے
صوفی ان پر جھمکے
یوں باجن باجے مجھے اسرار جیسے

پروفیسر شیرانی نے ان کے متعدد اشعار نقل کئے ہیں ان میں سے یہاں کچھ نقل کئے جاتے ہیں۔

یہ فتنی کیا کس سے ملتی ہے | جب تک ہے تب چھلتی ہے
اوّل آن چھل بہت چھلائے | آن نیو ہری بہتی کلکے
آن رد کر بہت رنائے
یہ فتنی کیا کس سے ملتی ہے | جب ملتی ہے تب چھلتی ہے
میرا تو ہی رہے سب باتوں کا رکھوال
اوگھٹ گھاٹ اُتار نہار

بکٹ ڈونگر یگ میں کاٹیاں | باگھ بسے جس کھٹیاؤں
سب بن کھنڈ کا تو ہی راجا | تیرے واری جاؤں

آپ نے سورہ اخلاص کو اس طرح منظوم کیا ہے

نا نہ جنیا نا وجیا یا | نا اُنہ کب لی باپ کلایا

نہ اُنہ کوئی گود چڑھایا　　　باجن سبکو اُنہ آپ اپایا
برگٹ ہوا پر کہیں نہ ڈیٹھا آپ لکایا

شاہ باجن کی گجریاں، حمد، نعت، منقبت، تصوف کے اسرار ورموز پند و موعظت کے مضامین پر مشتمل ہیں کہتے ہیں۔

باجن جے کس کے عیب ڈھلنے　　　اس تھے درجن تھر تھر کانپے
باجن وہ کس سر کھا کا ناہیں کوئے
جیسا کوئی من منہ چنتوئے　　　ویسا کبھی نہ ہوئے

وفات :- آپ کی تاریخ وفات ۲۰ ذی قعدہ ۹۱۲ھ مطابق ۱۵۰۶ء ہے۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ایک سو بائیس ۱۲۲ سال تھی۔ آپ کا مزار مبارک محلہ شاہ بازار چوک میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ قبر مبارک پر فاروقی بادشاہ عادل شاہ عرف اعظم ہمایوں نے ۹۱۴ھ تا ۹۱۶ھ خوبصورت گنبد تعمیر کروایا۔ گنبد ہی قریب خانقاہ اور مسجد بھی ہے۔

گنبد کی پیشانی پر آپ ہی کی رباعی درج ہے

اے لیسر روئے متاب از نظر درویشاں
کہ نظر ہا بیابی زود درویشاں
ظلم اعدا چو بود در درویش در آئی
کہ مرادات بیابی نہ در و درویشاں

آپ کی تاریخ وفات کسی شاعر نے ایک عدد کے تدخلہ سے خوب لکھی ہے

شاہ باجن در زمانش قطب بود	رخت خود را چوں بسوئے حق ربود
از سر افسوس شد تاریخ آں	شاہ باجن عاشق اللہ بود

۱ + ۹۱۱ = ۹۱۲ھ

حضرت شیخ علی متقی جو کہ فاروقی دورِ حکومت کے زبردست عالم گذرے ہیں۔ انکی ولادت برہانپور میں ہوئی آپکے والد ماجد نے ۸۔۷ برس کی عمر میں انھیں شاہ باجن کی خدمت میں حاضر کیا اور بیعت سے سرفراز فرمایا۔ مرشد کے وصال کے بعد شیخ علی متقی نے حضرت شیخ عبدالحکیم ابن حضرت شیخ باجن سے مقامات سلوک کی تکمیل کی اور خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ نائب رسول اللہ، شیخ علی متقی کے مشہور خلفاء میں سے ہیں۔

اولاد:۔ آپ کے پانچ فرزند اور ایک دختر تھی۔ فرزندوں کے نام یہ ہیں (۱) شاہ عبدالحکیم (۲) شاہ بہلول جن کا مزار آسیر گڑھ کے راستے پر ہے (۳) مستان شاہ ان کا مزار قصبہ راویر ضلع جلگاؤں میں واقع ہے (۴) محمد معصوم ان کا مزار چوک وارڈ میں کھجور کی مسجد کے صحن میں ہے (۵) محمد یحییٰ ان کا مزار کس جگہ ہے معلوم نہ ہو سکا ان کی تاریخ وفات ۲۲ محرم الحرام ہے

بقول مصنف تذکرۃ اولیاء دکن آپ کی صاحبزادی سید میراں بخاری حیدرآباد کو بیاہی گئی تھیں ان کے فرزند سید قطب عالم تھے۔

حضرت شیخ یوسف جوسی چشتی قدس سرہٗ

آپؒ مرید و خلیفہ اپنے والد بزرگوار شیخ محیط الدین کے ہیں سلسلہ جدی آپ کا چند واسطوں سے حضرت فرید الدین گنج شکر کو پہنچتا ہے۔

سلسلہ جدی:

شیخ یوسف المعروف بشاہ جوسی چشتی بن شیخ محیط الدین المعروف بشاہ حیطو بن شیخ الدین المشہور بشاہ شیخو بن شمس الدین بن نصیر الدین بن بدر الدین سلیمان بن حضرت فرید الدین گنج شکر قدس اسرارہم
آپؒ مقام اجودھن میں مقیم تھے۔ وہیں بڑی ریاضت اور عبادت سے مقام ولایت حاصل کیا۔

ایک روز ہاتف کی ندا آئی کہ "اے یوسف بیت اللہ کو جا اور مدینہ منورہ کی زیارت کر" یہ سنکر آپؒ اپنے تینوں بھائیوں کے ہمراہ بیت اللہ کی جانب روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کی اور حج سے فارغ ہو کر قلعہ آسیر (برہان پور) میں تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت ضلع خاندیش کے حاکم عینا عادل شاہ فاروقی نے آپ کی آمد کی خبر پا کر حاضر خدمت ہو کر شرف نیاز حاصل کیا اور آپؒ کا مرید ہوا۔

حضرت شیخ یوسف المعروف شاہ جرمی علیہ الرحمۃ

آپ پھر اجودھن تشریف لے گئے اور وہاں سے اپنے عیال واطفال کو لے کر برہان پور تشریف لائے اور یہیں سکونت گزیں ہوئے۔

حضرت نظام الدین عرف شاہ بھکاریؒ آپؒ کے فرزند ارجمند ہیں جو ہندوستان کے مشہور ولیؒ کامل بزرگ ہیں آپ نے اپنا خرقۂ خلافت شیخ حسین کو عنایت کیا۔ ۹۸۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی آپ کا مزار مبارک ٹھیٹی میں قلعہ آسیر گڑھ کے مغرب سمت میں چاہ گلشن میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین عرف شاہ بھکاری قدس سرہٗ

آپ کا پورا نام شیخ نظام الدین ابن شیخ یوسف حسینیؒ ہے آپ کا شجرۂ نسب سات واسطوں سے حضرت فرید الدین شکر گنجؒ سے جا ملتا ہے شاہ نظام الدین ابن شیخ یوسف ابن شیخ محیط الدین ابن شیخ الدین ابن شمس الدین ابن نصیر الدین ابن بدر الدین سلیمان ابن شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی ولادت باسعادت ۹۳۶ھ میں بمقام اجودھن (پاک پٹن) میں واقع ہوئی۔

آپ عالم شباب میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بیعت کی نیت سے حضرت
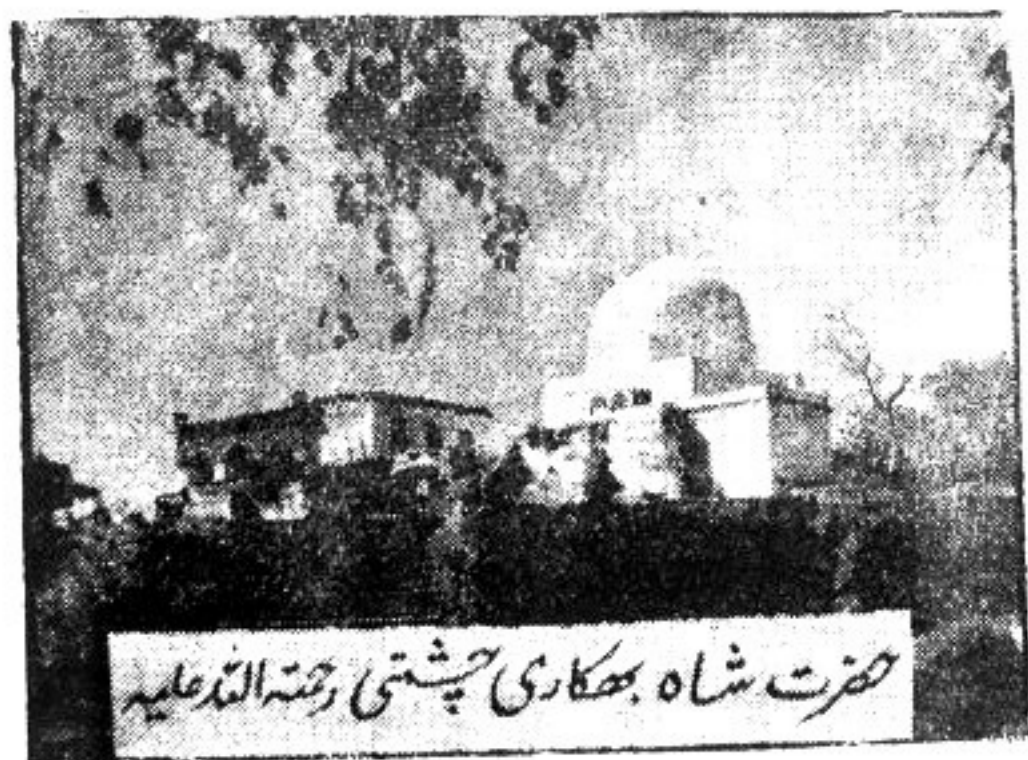
حضرت شاہ بھکاری چشتی رحمتہ اللہ علیہ

محمد نعمان چشتیؒ ابن خواجہ حافظ شیرازی آسیری کی خدمت میں پہنچے
اور اپنا مدعا بیان کیا۔ تو شاہ نعمان نے مراقبے میں کشف کے ذریعہ
معلوم کیا اور ارشاد فرمایا میں آپ کے ساتھیوں کی بیعت قبول کرتا
ہوں لیکن آپ کی بیعت کا حصہ شیخ شمس الدین ساکن مانڈو کے پاس ہے
چنانچہ حسب ہدایت آپ مانڈو روانہ ہوئے اور شیخ کی خانقاہ میں
پہنچے یہ بزرگ بھی حضرت فریدالدین شکر گنجؒ کی آٹھویں پشت میں
صاحب کرامت اور روشن ضمیر بزرگ تھے شاہ نظام الدین کی آمد سے
آپ مطلع ہو گئے آپ نے خادم سے فرمایا کہ اپنی خانقاہ میں شاہ بھکاری
آیا ہے اس کو بلاؤ خادم نے دو تین آوازیں دیں کسی نے جواب
نہیں دیا خادم شیخ کے پاس آیا اور عرض کیا اس نام کا کوئی آدمی نہیں
ہے شیخ نے فرمایا نظام الدین بن یوسف آسیری جو گدائی کے واسطے
آیا ہے اُسے بلاؤ۔ خادم نے بحکم شیخ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ
شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کر و خرقۂ ارادت سے سرفراز
کئے گئے۔ اسی روز سے آپ شاہ بھکاری کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ مانڈو سے واپس آئے اور آسیر گڑھ حضرت شاہ نعمان
آسیریؒ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور چند روز بعد حج بیت اللہ
و زیارت مدینہ شریف کیلئے نکل پڑے دو مرتبہ اس سعادت دارین
سے سرفراز ہوئے۔

عاشق رسول ہونے کے ساتھ ان کی محبت میں سرشار تھے۔ اور

دل میں محبت کی تڑپ رکھتے تھے۔ ساری زندگی شریعت کی پابندی میں گذاردی
پھر آپ مدینہ تشریف سے برہان پور تشریف لائے اور اپنے قیام کے لئے
شہر کے باہر ایک مقام "نور بڑی" کو پسند فرمایا اور اس ویران جگہ کو رونق بخشی
یہ عادل شاہ فاروقی کا عہد حکومت تھا وہ آپ کا بڑا معتقد تھا اس
نے آپ کے لئے ایک خانقاہ اور مسجد تعمیر کروائی۔

ایک مرتبہ عینا عادل شاہ فاروقی نے آپ کے ہمراہ نماز ادا کی حضرت
اوراد وظائف میں مصروف تھے بادشاہ نے اس وقت آپ کی خانقاہ اور
دیگر مصارف کیلئے سالانہ جاگیر کی سند لکھکر مصلے کے نیچے رکھ دی جب نماز کے
بعد مصلے کو اٹھایا گیا تو اس کے نیچے سند نکلی۔ آپ نے مرید سے فرمایا یہ کیا ہے؟
مرید نے سند کا مضمون پڑھکر عرض کیا کہ حضور یہ شاہی سند ہے یہاں
کے بادشاہ نے تین لاکھ کے امداد کا فرمان لکھا ہے۔ یہ بات آپ کو
بیحد ناگوار خاطر ہوئی فرمایا بادشاہ ہمکو دنیا کی لالچ میں مبتلا کر رہا ہے
اب میرا یہاں رہنا مناسب نہیں۔ وہاں سے مع ہمراہیوں کے راویر چلے گئے
بادشاہ کو پیر صاحب کی ناراضگی کا حال معلوم ہوا تو وہ گھبرایا اور فوراً ایک
بزرگ سید صاحب کو راویر روانہ کیا اور معذرت چاہی۔ جب سید صاحب
راویر پہنچے تو آپؒ نے فرمایا کہ مجھے رات کو خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم
کی زیارت ہوئی آپؐ نے فرمایا نظام الدین برہان پور واپس جاکر خلق
خدا کو فیض پہنچاؤ۔ حضرت شاہ بھکاری حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کے حکم سے مجبور ہو کر برہان پور واپس آگئے۔ بادشاہ نے بڑے عزت و

احترام سے آپ کا استقبال کیا مگر آپ نے جاگیر قبول نہیں کی۔

حضرت شاہ بھکاریؒ کثرت سے روزہ رکھتے تھے اور رات دن عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ جو کی روٹی اور ناٹے کی بھاجی جو نہایت تلخ ہوتی اس سے افطار کرتے۔ ایک روز آپ کی ہمشیرہ نے محبت کی خاطر بھاجی میں روغن ڈالدیا۔ آپ دوسرے دن بہن کے پاس آئے فرمایا کہ آج شب میں تہجد کی نمازیں لذت نہیں پائی اور میرے دل کی صفائی بھی کدورت سے دھندلا گئی۔ ہمشیرہ نے بھاجی میں روغن ڈالنے کی ساری بات سنادی۔ آپ نے فرمایا! اے بہن ایسی مہربانی اور محبت سے مجھے معاف رکھنا اور آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا۔

جب آپ روزہ افطار کرتے تو کوئی قسم کا کھانا برتن میں رکھکر اپنا ہاتھ بلند کر کے حضرت شاہ نعمانؒ آسیری کو بذریعہ کرامت پہنچاتے شاہ نعمانؒ اپنے مریدوں سے کہتے کہ تناول کرو یہ تبرک حضرت گنج شکرؒ کی درگاہ کا ہے۔

شاہ نعمانؒ بھی اسی طرح بوقت افطار شاہ بھکاریؒ کو کھانا پہنچاتے آپ بھی اپنے مریدوں سے فرماتے تھے کھاؤ یہ تبرک حضرت مودود چشتیؒ کی درگاہ کا ہے۔

حضرت شاہ بھکاریؒ کے خوارق وعادات وکرامات بے شمار ہیں خوف طوالت کی وجہ سے تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کی جا سکیں۔

اتاولی ندی کا اجرا، سادھو کا مسلمان ہو کر مقام ولایت کو پہنچنا،

آپ کی ہمشیرہ کے فرزند کی وفات کے بعد دعا کرنا اور زندہ ہو جانا، حضرت شاہ منصور کا حضرت شاہ بھکاری کے وضو کا بچا ہوا پانی پیکر مجذوبی کیفیت ہونے کے ساتھ ساتھ مقام ولایت پر پہنچا یہ سب آپ کی کرامتیں ہیں ۔

آپ کی صاحبزادی شاہ ہدایت اللہ صالحۂ زمانہ اور عابدۂ زمانہ اور عبادت و سخاوت میں رابعۂ ثانی کہلاتی ہیں ۔

حضرت شاہ بھکاریؒ کے ایک سو بیس ۱۲۰ مریدین تھے جسمیں چالیس افراد کو آپ نے خلافت عطا کی تھی ۔ ان میں شاہ حمید الدین کا مرتبہ اعلیٰ تھا اپنے ہاتھ سے جبہ اور دستار مع دیگر تبرکات عنایت فرمائے تھے ۔ حضرت شاہ حمید الدین نے حضرت شاہ بھکاریؒ کے حالات زندگی ملفوظات کی صورت میں جمع کئے تھے ۔

حضرت شاہ منصور مجذوب، شیخ برکت اللہ، پیر کاکا، قاضی داؤد، شیخ شکر اللہ شیخ سدھاری، میران سید پیارہ، شاہ جھجو وغیرہ آپکے مشہور خلفاء میں ہیں ۔

آپ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۹۰۶؁ھ بروز جمعرات بعمر ستر برس اپنے معبود حقیقی سے جاملے ۔ مزار مبارک رناول ندی کے کنارے ہے ۔ عرس آپ کا ۱۲ ربیع الاول کو ہوتا ہے اور نماز مغرب ندی کے کنارے وسیع میدان میں باجماعت ادا کیجاتی ہے جسمیں ایک لاکھ کے قریب عقیدتمندان و زائرین شرکت کرتے ہیں ۔

محترم سید حفاظ میر صاحب موجودہ سجادہ نشین و متولی درگاہ حضرت شاہ بھکاریؒ اپنے جد اعلیٰ حضرت شاہ بھکاریؒ کے فیوض باطن کی بدولت خدمتِ خلق کرتے رہتے ہیں اور روحانی فیض کا سلسلہ جاری ہے ۔

حضرت شاہ نعمان چشتی آسیری قدس سرہٗ

آپ خواجہ شمس الدین "حافظ" شیرازی ابن خواجہ نور الدین ابن خواجہ شرف الدین ابن خواجہ محمد زاھد اور وہ حضرت خواجہ مودود چشتی کی اولاد سے ہیں اور حضرت مودود چشتی المتوفی ۵۳۳ھ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ سید علاؤ الدین ضیا چشتی کے خلفاء میں سے تھے آپ کے جد بزرگوار خواجہ شرف الدین سفر و سیاحت کرتے ہوئے ہندستان آئے۔ اور دولت آباد میں سکونت اختیار کی۔ خواجہ شرف الدین سے خواجہ نور الدین تولد ہوئے جو عالم فاضل تھے ان سے حضرت خواجہ حافظ تولد ہوئے جو صاحب ریاضت و کرامت و خوارق عادات میں مشہور تھے۔ انھیں کے فرزند حضرت شاہ نعمانؒ ہیں آپ نے شاہ نظام الدین خلیفہ نظام الدین اولیا بدایونی سے جن کا مزار مونگی پٹن میں ہے نعمت چشتیہ حاصل کی ہے۔

جب آپ کی عمر بارہ سال کی ہوئی تو آپکو علم طریقت و حقیقت کے سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ سلطان علاؤ الدین ضیا دولت آبادی کی بیعت سے مشرف ہوکر بہت ریاضت و مشقت سے سلوک کی راہیں طے کیں اور خرقہ خلافت و فرمان اجازت سے سرفراز ہوئے۔ اور آپکو ملک خاندیش کا صاحب ولایت مقرر کیا گیا۔

جس وقت آپ قلعہ آسیر کے نیچے جہاں خانقاہ و مسجد ہے تشریف لائے تو ایک شیرنی آپکی جماعت پر حملہ کرنے کے ارادے سے نزدیک پہنچی جب اس نے آپؒ کے رخ انوار اور اس کا جلال دیکھا تو آپکے قدموں میں سر رکھدیا اور تھوڑی دیر بعد اپنے بچوں کو بھی لاکر حضور کے قدموں میں ڈال دیا۔

حضرت شاہ نعمان چشتی علیہ الرحمتہ

جب نماز کا وقت قریب پہنچا تو آپ نے تبسم فرمایا اور کہا ہمیں پانی جگہ بتلائیے وہ آپکے آگے آگے شمالی سمت کی طرف چلی تھوڑی دیر بعد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک چشمہ پر پہنچے آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ چشمہ موسم گرما میں خشک ہوجاتا ہوگا آپؒ نے ایک طرف جاکر عصائے مبارک سے اشارہ فرمایا تو یہ چشمہ جاری ہوگیا اور جب دوسری نماز کا وقت آیا تو آپ نے اس کے آب شیریں سے وضو کیا اور فرمایا یہ چشمہ ہمیشہ جاری رہے گا لوگ اس چشمہ کو سیوری کہتے ہیں ۔

حضرتؒ نے یہیں قیام فرمایا۔ ایک مدت تک آپ قلعہ آسیر کے اطراف سیر کرتے تھے۔ سوائے گھاس اور جھاڑیوں کے کچھ نہ کھاتے تھے اور اکثر روزے سے رہتے تھے اور ہمیشہ چلہ کشی میں مشغول رہتے مہینوں گوشہ نشینی اختیار کرتے جنگلی جانور اور ہرن وغیرہ آپ سے اس قدر مانوس تھے کہ آپ کے اردگرد رہتے تھے اور کلام کرتے تھے۔ بحکم الٰہی ہرن یا کوئی جانور جنگل سے خانقاہ میں آتا آپکے مریدین اسے ذبح کرتے اور تناول کرتے اور اس کی ہڈیوں اور چمڑے کو لپیٹ کر رکھدیتے جب حضرت نماز کیواسطے حجرہ سے باہر آتے تو آپ اپنے عصا سے ان ہڈیوں اور چمڑے کیطرف اشارہ کرتے وہ جانور بحکم الٰہی زندہ ہوکر چلا جاتا۔

ایک جوگی سدھوناتھ تھا جو قلعہ آسیر کے کوڑہ پہاڑ پر رہتا تھا وہ اپنے علم میں کمال رکھتا تھا۔ یہ جوگی آپ سے عقیدت رکھتا تھا ۔ اور اکثر آپکی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا۔ ایک روز وہ آپ کی خدمت میں ایک پڑیا لایا اسمیں اکسیر سبز بندھی تھی پیش کیا اور کہا جو چیز آتش کی گرمی سے نرم ہوتی ہے اُس پر لگانے سے وہ چیز

خالص سونے کے ہو جاتی ہے اور وہ آخر تک اپنی حالتِ اکسیر پر قائم رہتی ہے۔ آپ نے تبسّم فرمایا اور وہ پڑیا لے کر اُسے ہوا میں اڑا دیا۔ جوگی یہ سب کچھ دیکھکر بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو حضرت نے فرمایا خاطر جمع رکھ اٹھ اور پتھر لا جتنے تیری مرضی ہو۔ وہ اٹھا ایک بڑا پتھر دونوں ہاتھوں میں اٹھا لایا۔ آپ نے اُس پر نظر مبارک ڈالی وہ پتھر خالص سونا بن گیا۔ آپ نے فرمایا جسکو خدا نے یہ عزت اور قدرت دی ہے وہ کیونکر کیمیائے فانی میں مشغول ہوگا۔ یہ حال دیکھکر بکمال اعتقاد عرض کیا ؎

آنانکہ خاک رابنظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشۂ چشم بما کنند

اُسی وقت جوگی نے کلمہ پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ آپ نے اسے دو تین سال میں سلوک کی راہیں طے کروائیں اور خرقۂ خلافت عطا کیا۔ جوگی آخری دم تک آپ کے ساتھ رہا۔ اسکی قبر آپکے مزار اقدس کے قریب ہے۔

آپ کے خلفاء اور مریدین بہت ہیں انمیں سات خلفاء درجہ کمالیت میں مشہور و معروف ہیں۔

شاہ نظام الدین ابن شاہ نعمان سید بیارہ جن کی قبر روضہ شاہ بھکاریؒ کے قریب ہے شیخ اسحاق محفوظ شیخ منجھو، داماد، شاہ منصور مجذوب، شیخ بدھوان کی قبر قلعہ آسیر کے نیچے ہے۔ شیخ احمدؒ محمدؒ یکجدی، سیدی جوہر حبشی قبر ان کی شہر مصر میں ہے۔

اس طرح حضرت شاہ نعمان کی ذات بابرکات ۔۔۔ ہزاروں لوگوں کو فیض

روحانی پہنچا اور سینکڑوں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

حضرت شاہ نعمان یکم ربیع الاول ۸۸۱ھ بمطابق ۱۴۷۶ء میں اس دار فانی سے رخصت ہوکر عالم بقا میں پہنچے۔

آپ کا مزار مبارک آسیر گڑھ قلعہ کے نزدیک پہاڑی پر واقع زیارتگاہ خلائق ہے ۔

حضرت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علی متقی فاروقی دورِ حکومت کے زبردست عالم گزرے ہیں۔ آپکی ولادت باسعادت ۸۸۵ھ م ۱۴۸۰ء میں بمقام برہان پور ہوئی۔ آپکے والد بزرگوار حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان چشتی المدینی تھے آپ کے والد جون پور کے مشہور علماء میں سے تھے۔ یہ جون پور سے برہانپور آکر سکونت گزیں ہوئے۔

شیخ علی متقی کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو والد بزرگوار آپکو شہر کے مشہور عالم صوفی اور ولی کامل حضرت شیخ بہاؤ الدین باجن کی خدمت میں لے گئے اور مرید کروایا سن شعور تک وہیں رہے اور تعلیم و تربیت پاتے رہے۔ حضرت کی خدمت میں رہنے اور جذبہ حقیقی کی وجہ سے دنیا کی بے ثباتی اور عارضی عیش و آرام سے نفرت ہوگئی۔ آپ عشق رسولؐ کے جذبہ سے سرشار تھے اور ساری زندگی اتباع سنت کی پیروی میں گزار دی۔

اپنے والد اور اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ باجن کے وصال ۹۱۲ھ کے بعد ابتدائی جوانی میں مانڈو (مالوہ) کے کسی امیر کی ملازمت اختیار کر لی۔ اسی درمیان جذبہ الٰہی پیدا ہوا تو ملازمت کو خیرباد کہدیا اور جو روپیے جمع کئے تھے غرباء اور مستحق لوگوں میں تقسیم کر دئے اور برہان پور واپس آگئے اور شیخ باجن کے فرزند ارجمند شیخ عبد الحکیم کے پاس پہنچکر روحانی فیض و برکت اور خرقہ خلافت حاصل کیا ۔

اپنے پیر و مرشد کی ہدایت پر مزید تعلیم کے لئے ملتان تشریف لے گئے وہاں پہنچکر مشہور عالم شیخ حسام الدین صاحب سے تفسیر بیضاوی اور دیگر احادیث کی کتابوں کا درس لیا۔ تعلیم کے بعد سیر و سیاحت کی طرف طبیعت مائل ہو گئی ۔

شیخ علی ملتان سے گجرات آئے احمد آباد میں قیام کیا وہ بہادر شاہ کا زمانہ حکومت تھا۔ بادشاہ آپ سے بیحد متاثر ہوا آپ نے بہادہ شاہ کو چند نصیحتیں کیں۔ بادشاہ نے آپکو ایک کروڑ تنکہ قاضی عبد اللہ سے بطور عطیہ نذر کیا مگر آپ نے قبول نہ کیا اور یہ کہکر واپس کر دیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ۔

بہادر شاہ کی وفات کے بعد ۹۴۲ھ میں سلطان محمود گجرات کا بادشاہ ہوا۔ یہ بھی شیخ علی متقی کے معتقدین میں سے تھا ۔

اب آپ کا دل ہندوستان سے اکتا گیا۔ آپ اپنے شاگرد شیخ عبد الوہاب متقی کے ہمراہ زیارت حرمین کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر مستقل

قیام کیا۔ وہاں مشہور عالم شیخ الحدیث ابوالحسن بکریؒ سے ملاقات ہوئی موصوف اپنے وقت کے مانے ہوئے عالم اور ولیٔ کامل تھے۔ شیخ علی ان کے شاگرد ہوئے۔ اور علم وفضل میں اضافہ کیا۔ ان کے بعد شیخ محمدؒ بن محمد سخاوی سے سلسلہ قادریہ میں شرف خلافت حاصل کیا۔ ان کے بعد مشہور عالم نورالدین سے شاذلیہ سلسلے میں داخل ہوکر خرقہ پایا۔ آخر میں شیخ ابومدین مغربی سے بھی سلسلہ مدینہ کا منصب خلافت حاصل کیا۔ آپ نے وہاں کے صوفی عالم علامہ ابن حجر مکی سے بھی شاگردی کا شرف پایا۔

اس طرح مکہ معظمہ کے تمام جید علماء میں آپ کی شہرت ہوگئی۔ آپ نہایت عزت واحترام سے دیکھے جاتے تھے آپ سے عرب کے کئی علمائے درس حدیث لے کر شہرت پائی۔

بعدازاں آپ تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے۔ شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف "جمع الجوامع" کی فقہی ابواب بر حرف تہجی کے ذریعہ ترتیب دی۔ پھر اس کا ایک الگ مجموعہ تیار کیا۔ "تلبیس الطریق" بھی آپ کی تصنیف ہے جسکو الہام غیبی سمجھا جاتا ہے ایک دوسری کتاب "مجموعہ حکیم کبیر" ہے جس میں تصوف کے متعلق مراتب تحریر کئے ہیں۔

آپ اپنے سفر میں ہمیشہ دو تھیلے رکھتے ایک میں چاول ماش، آٹا، تین برتن اور دوسرے میں کلام مجید اور دیگر کتب اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتے آپ اپنے معاش کی صورت محض کتابت سے حاصل کرتے بارہا ایسا ہوا کہ جنگلوں

اور بیابانوں میں جانور کنوؤں کے پاس پینے کیلئے پانی کو حسرت سے دیکھتے اور پانی جوش مارتا ابل آتا اور آپ بھی پی لیتے۔

ہندی زبان کے مسلمان شاعروں میں شیخ علی متقی کا بھی شمار ہوتا ہے۔ نمونتاً ایک شعر تحریر ہے ؎

سن سہیلی پریم کی باتاں

یوں مل رہے جیوں دودھ نباتاں

یعنی عاشق و معشوق دودھ اور مصری کی طرح گھل مل کر ایک ہو جاتے ہیں یعنی عاشق الٰہی فنا فی اللہ ہو کر بقا باللہ کا مرتبہ حاصل کرتا ہے۔

شیخ علی متقی سے متعلق مولانا سید ابوالحسن ندوی نے برہان پور میں اپنی ایک تقریر کے دوران یہ واقعہ بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کو خواب میں رسول اللہ ؐ کی زیارت ہوئی انہوں نے دریافت کیا کہ حضور ؐ اس زمانے میں آپکی پوری امت میں خدا کی نظر میں سب سے محبوب کون ہے؟ حضور ؐ نے فرمایا شیخ علی متقی برہان پوری۔

"مرأۃ احمدی" (اردو ترجمہ موسوم بہ تاریخ اولیاء گجرات) میں تحریر ہے کہ شیخ عبدالوہاب متقی نے ایک دفعہ خواب میں حضرت صلعم سے پوچھا کہ اس زمانے میں افضل آدمی کون ہے فرمایا میاں غوث پھر وجی پھر تمہارا استاد علی متقی پھر محمدؐ طاہر۔

مولانا محمدؐ طاہر پٹنی بوہرہ قوم میں سے تھے۔ محمدؐ نام مجدالدین خطاب نگار تھے علوم کی تکمیل حرمین شریفین کے علماء

سے کی حدیث میں بالخصوص بڑا ملکہ رکھتے تھے۔ شیخ علی متقی سے زیادہ صحبت رکھتے اور ان سے مُرید بھی ہو گئے تھے علم حدیث میں متعدد کتابیں آپکی تصنیف ہیں ان میں سے ایک کتاب مسمّیٰ بہ "مجمع البحار" ایسی لکھی جو صحاح ستہ کی شروح کو حاوی ہے اس کے علاوہ ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں اسماء الرجال کی تصحیح ہے۔ "تذکرۃ الموضاعات" بھی آپ ہی کی تصنیف ہے ان سب کے مقدمے میں آپ نے شیخ علی متقی کی بڑی تعریف و توصیف کی ہے آپ نے اپنی عادت یہ رکھی تھی بحکم اپنے شیخ کی سیاہی (روشنائی) بنایا کرتے یہاں تک کہ وقت تعلیم بھی اسمیں مشغول رہتے اور تیاری کے بعد طلبہ میں اس روشنائی کو تقسیم کرتے۔

شیخ علی متقی اپنی تالیف "کنز العمال" کی وجہ سے پوری اسلامی دنیا میں مشہور ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق کو محدّث اعظم بنانیوالے، روحانیت اور علم حدیث میں کامل کرنیوالے ان کے استاد اور پیر و مرشد حضرت عبدالوہابؒ متقی برہانپوری تھے جو بہت بڑے محدث تھے اور حضرت شیخ علی متقیؒ کے مرید و شاگرد تھے۔

شیخ ابن حجر مکی جو اپنے وقت میں فقہائے مکہ میں سے بہترین عالم تھے ابتدا میں شیخ کے استاد تھے بارہا اپنے حقیقی شاگرد ہونے کا اظہار فرمایا ہے اور آپ سے مُرید ہو کر خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔

شیخ فضل المعروف نائب رسول اللہ، ابو محمد عارفی، سلطان محمود ثانی، حافظ سعید اللہ بھی مریدین اور شاگردوں میں سے تھے۔

آپ کی وفات ۲ جمادی الاوّل ۹۷۵ھ میں واقع ہوئی آپ کا مزار مبارک مکہ معظمہ میں ہے

شیخ کی وفات کے بعد کئی لوگوں نے تاریخ وفات کے مادے تحریر کئے ہیں

شیخ مکہ	متابعت نبی	اور قنسی نخبہ
۹۷۵ھ	۹۷۵ھ	۹۷۵ھ

پہلی دو تاریخیں علمائے مکہ نے نکالی ہیں اور آخری تاریخ علامہ آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب "سبحۃ المرجان" میں تحریر کی ہے جو سورۂ احزاب سے اقتباس کی ہے۔

وفات کے بعد جب عبدالوہاب متقی نے شیخ کا دیا ہوا رقعہ نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا۔

بھائیو! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے میرے پاس جو خدا کی امانت تھی۔ سب اہل اور قابل لوگوں کے حوالہ کردی۔

فقط والسلام

حضرت شیخ محمد لشکر عارف باللہ قدس سرہٗ

فتاد بسکہ گذر لشکر محمدؐ را ✽ غبار خیز بود کوچہ ہائے برہانپور

آپ حضرت محمد غوث گوالیری کے خلفا میں سے ہیں جن کا مشہور طریقہ اگرچہ شطاریہ رہا لیکن آپ سلاسل قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ سے بھی نعمت

حضرت شاہ لشکر محمد عارف باللہ رحمتہ اللہ علیہ

یافتہ تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامات جامع خوارق عادات تھے۔ آپؒ ۹۸۲ھ میں احمد آباد سے برہان پور تشریف لائے۔ آپؒ کا روحانی سلسلہ اس طرح ہے

حضرت سیدنا امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہم

حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ ۔ حضرت خواجہ محمد مغربیؒ

ابو المظفر مولانا ترکؒ ۔ حضرت ابو الحسن خرقانیؒ

حضرت شیخ خدا قلی ماوراء النہریؒ ۔ حضرت شیخ محمد عاشقؒ

حضرت شیخ محمد عارفؒ ۔ حضرت شیخ عبداللہ شطاریؒ

حضرت شیخ قاضنؒ ۔ حضرت شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمستؒ

حضرت شیخ محمد حمید ظہور حاجی حضورؒ ۔ حضرت شیخ محمد غوث گوالیریؒ

حضرت شیخ محمد لشکر عارف باللہ

آپکی ذات با برکات سے سیکڑوں لوگوں کو روحانی فیض پہونچا۔ آپ کے خلیفہ حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ الملقب مسیح الاولیاء ہیں جو بڑے عالم فاضل اور ولی کامل تھے۔

حضرت مسیح الاولیاء نے آپ ہی کے ایما پر حضرت عبداللہ بلیانیؒ کے رسالہ "وحدت وجود" جو عربی میں تھا۔ فارسی میں شرح لکھی جسکے دیباچہ میں آپ نے اپنے پیر و مرشد کی شان میں یہ اشعار تحریر فرمائے ہیں۔

مرشدِ کامل کہ نامش لشکر است ؞ لشکرِ اہلِ صفا را رہبر است

دیدہ اش بینا شدہ از نورِ حق ؞ چوں کلیم اللہ شدہ از نورِ حق

مقتدائے جملۂ اہلِ وفا ؞ پیشوائے زمرۂ صدق و صفا

مسیح الاولیاء اپنے مرشد کی وصیت کے مطابق ان کے سجادہ نشین و متولی تھے۔ خاص اہتمام سے عیدالفطر کے روز جو شیخ لشکر کے وصال کا دن ہے۔ (سنہ ۹۹۳ھ بعمر ستر برس) ان کے دیوان خانہ میں اور دوسرے دن اپنی خانقاہ میں عرس کی تقریب انجام دیتے تھے طریقہ یہ تھا کہ آپ غرہ ماہ شوال کو بعد افطار راستی پورہ پہنچتے شہر کے تمام مشائخ و علماء صوفیا جمع ہو جاتے بعد عشا مجلس میلاد منعقد ہو کر نصف شب تک جاری رہتی عبدالرحیم میلا خواں پرسوز لہجہ میں عربی قصائد پڑھتا مجلس میں وجد و حال کا سماں بندھ جاتا۔ مناسب وقفہ کے بعد پھر قصیدہ خوانی ہوتی پھر دس قدم چل کر مسیح الاولیا کھڑے ہو جاتے تمام صلحائے حاضرین اتباع کرتے مزار پر چڑھانے کیلئے ماموراشخاص سروں پر عطر، پھول، تبرک کی کشتیاں، اٹھا کر ساتھ ہو جاتے اور یہ جلوس مزار مبارک کی طرف روانہ ہوتا۔ دس قدم چل کر آپ رک جاتے اور اپنا عصا تھوڑی سے لگا کر قیام کرتے عبدالرحیم یہاں بھی ایک قصیدہ ختم کرتا غرض اس طرح ہر دس قدم پر رک رک کر قصیدہ خوانی کے ساتھ یہ جلوس بوقت سحر مزار انوار پر پہنچکر اول نماز صبح پھر صندل، عطر، پھول چڑھا کر بعد فاتحہ منتشر ہو جاتا آپ لوٹ کر مرشد کے دیوان خانہ میں حاضر ہوتے اور حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہما سے تبرک لے کر اپنی خانقاہ میں واپس آتے اور اس شب اپنی خانقاہ میں اسی اہتمام سے عرس کی تقریب کا اعادہ کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت مسیح الاولیاء نے اپنے پیرو مرشد حضرت شیخ لشکر کی طرف ہمہ تن توجہ کے عالم میں بے ساختہ فی البدیہہ یہ رباعی کہی ؎

ہم دل بہزار جاں گرفتار تو ہست ∴ ہم جاں بہزار سر خریدار تو ہست
اندر طلبت نہ بود دانند نہ شہود ∴ آنکس کہ صفاتش دیدہ دیدار تو ہست

شیخ مبارک سندھیؒ جن سے شیخ الاولیاءؒ نے جن کتابوں کا درس لیا تھا حضرت شیخ لشکر سے بیعت ہو کر ان سے شرح قیصری کا مقدمہ اول سے آخر تک درس تکمیل کو پہنچایا۔

شیخ ابراہیم قاری شطاری سندھی جنہیں حضرت غوث گوالیاری نے "مرغ لاہوتی" کا خطاب دیا تھا کیونکہ آپ اہل طلب کو قرأت میں جبرئیلی لہجہ سکھاتے تھے حضرت شاہ لشکر کے برگزیدہ خلیفہ تھے۔ لیکن شیخ الاولیاء اور شیخ لشکر دونوں علم قرأت میں شیخ ابراہیم کے شاگرد تھے۔

حضرت شیخ بابو سندھیؒ بھی حضرت شیخ لشکر کے مرید تھے اور مزار شیخ الاولیاء سے تھوڑی دور ایک کچی دیواروں کے حجرہ میں سکونت فرماتے تھے بارش کی شدت سے حجرہ کی دیواریں رفتہ رفتہ گر گئیں یہ ۱۰۰۳ھ کا واقعہ ہے آپ نے بارہ برس تک اسی کھنڈر میں زندگی گزاری اور بعد وصال ۱۰۱۵ھ میں اسی حجرہ میں دفن ہوئے کچھ عرصہ بعد آپکے مزار کے اردگرد کئی مشاہیر سو شیاد دفن ہوئے چنانچہ ایک بلند چبوترے پر نیلوں مزار ترتیب سے بنے موجود ہیں اب یہ محلہ خاکی شاہ کا تکیہ کہلاتا ہے۔

حضرت محمد لشکر کا قول ہے "اگر کوئی مرید میری مریدی سے منکر ہو جائے تب بھی روز قیامت میں اسکو یاد اس گناہ سے نجات دلاؤں گا۔"

لوگ حضرت شیخ لشکر کی مجلس میں اولیاء اللہ کی کرامتوں کا ذکر کرتے تو آپ پسند

ذکر تھے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ مقربانِ خدا کی ان فضیلتوں کو بیان نہیں
فرماتے فرمایا میں اولیاء اللہ کی کرامات کا کیوں منکر ہونے لگا لیکن لوگ کرامات ہی کو
اولیاء کا کمال سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اور مجھے پسند نہیں کیوں کہ کرامت تو ان کے
روحانی مرتبہ و فضیلت کے مقابلہ میں ادنیٰ ترین درجہ ہے پھر ادنیٰ چیز کو اعلیٰ درجہ
پر فوقیت دینا ایک طرح سے ان بزرگانِ کرام کی توہین ہے ۔

آپکی صاحبزادی مسماۃ حضرت بی بی راستی کمال درجۂ ولایت سے سرفراز
تھیں، انھیں کے نام سے محلہ راستی پورہ مشہور ہے ۔

آپ رابعۂ وقت کہلاتی تھیں ۔

ایک مرتبہ عبدالرحیم خان خاناں اور ان کا بیٹا داراب خاں مسیح الاولیاء سے
ملتجی ہوئے کہ ہمیں بی بی راستی کا درس سننے کا بڑا اشتیاق ہے حضرت تشریف
لے چلیں تو یہ سعادت میسر آسکتی ہے آپ نے قبول فرمایا۔ راستی پورہ پہنچے تو حضرت
موصوفہ "لمعات" (تصنیف علامہ فخرالدین عراقی جس کی شرح مولانا جامی نے [illegible]
میں لکھی اور اس کا نام "اشعۃ اللمعات" رکھا) اور نزہۃ الارواح (عارفانہ تصنیف
حضرت سادات حسینی) اور اسی پایہ کی اعلیٰ کتب تصوف کے پڑھانے میں شہرت
رکھتی تھیں، درس جاری تھا یہ لوگ کافی عرصہ اس درس سے مستفید ہوئے ۔

آپ کا مزار مبارک آپ ہی کے حجرہ میں ہے یکم شوال المکرم ۹۹۲ھ میں آپ کا
وصال ہوا ۔

تھوڑے ہی فاصلہ پر آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ لشکر
کا مزار مبارک ہے ۔

حضرت شاہ نظام الدین قدس سرہٗ

آپ شاہ نعمان اسیریؒ برہانپوری کے فرزند رشید ہیں - آپ قطب العارفین مرشد السالکین صاحب علم و فضل تھے - فیوضات طریقت و دولت خلافت اپنے والد ماجد سے حاصل کی تھی ہمیشہ ریاضت و عبادات الٰہی میں مشغول رہتے تھے آپکو اپنے والد بزرگوار سے ہی شرف بیعت حاصل تھا -

آپ کی ذات بابرکات سے ملک دکن کے ہزارہا لوگوں کو فیض ظاہری و باطنی پہنچا - والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ نے مسند ارشاد کو خوب زینت بخشی آپکی محفل سماع میں جو بھی آتا وہ بے اختیار جذبۂ الٰہی میں سرشار اور ذاکر ہو جاتا تھا -

آپ سید علاؤ الدین ضیاؒ اور سلطان برہان الدین اولیاء کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے جنہیں دیکھتے ہی آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی اسی جذبہ میں روضہ برہان الدین اولیاء کی طرف گئے اور یہ شعر پڑھا ؎

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است
در حیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست

روضہ کے دروازہ پر قفل لگا ہوا تھا - جب شاہ نظام الدین روضہ کے دروازہ پر پہنچے اور ہاتھ مارا اور پکارا یا برہان الدین دروازہ کھول دیجئے نظام الدین بن شاہ نعمان اسیری آپ کی خدمت میں آیا ہے اسی وقت دروازہ کھل گیا اور آپ زیارت سے مشرف ہوئے - آپ روضہ مبارک پر تین دن رہے

اور بہت سے لوگوں کو فیض باطنی عنایت کیا ۔
آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند شاہ جلالؒ نے مسند ارشاد کو رونق بخشی
آپ کی وفات ۸۸۳ھ میں واقع ہوئی مزار مبارک برہان پور میں پایان قلعہ
اسیر گڑھ حضرت شاہ نعمان کے مزار کے قریب واقع ہے جو زیارت گاہ
خاص و عام ہے ۔

حضرت شاہ شہباز قدس سرہٗ

آپ کا پورا نام ملک شرف الدین ابن عبد القدوس الہٰی ہے آپکو حضرت شاہ علی
خطیب احمد آبادی سے خلافت و نعمت ملی ہے ۔
آپ ایک عالم و عامل قابل فاضل رموز داں اسرار طریقت تھے اور تجرید و
تفرید میں موحد کہلاتے تھے ۔
ابتدا میں آپ صاحب دولت و مملکت تھے ۔ احمد آباد میں سکونت رکھتے تھے
لیکن حاکم وقت کی رنجش کے باعث عادل شاہ فاروقی کے عہد حکومت میں شہر برہان پور
کو زینت بخشی ۔ بادشاہ نے باعزاز و اکرام قلعہ آسیر گڑھ کے قریب آپکی رہائش کا انتظام کیا ۔
آپ کی عمر شریف چودہ سال کی تھی کہ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا آپکے دوسرے
بھائی دنیوی کاروبار میں مشغول ہوئے لیکن آپ ہمیشہ تحصیل علم میں کوشاں رہے ۔
ایک روز آپ کی کسی مجذوب سے ملاقات ہوئی اس نے مجذوبانہ انداز میں سخت باتیں
کہیں آپ تعظیم سے سر جھکائے سنتے رہے ۔ پھر اس مجذوب نے آپکے کان میں کہا تم کسی صاحبِ دل

سے ملاقات کیوں نہیں کرتے۔ کہ جو تجھکو تجھ سے خبر دے یہ سنکر آپ مکان کی طرف چلے آدھی شب گذرنے کے بعد آپکو خواب میں مشاہدہ ہوا کہ کوئی صاحب دل مکان کے صحن میں کھڑے ہیں اور بلند آواز سے یہ آیت شریف پڑھ رہے ہیں۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ؕ

(اے ایمان لانے والو خوف کرو اللہ تعالی سے اور مقرر کرو طرف اسکے وسیلہ اپنا)

اسکو سنتے ہی آپ کے قلب میں عشق الہی کا شعلہ بھڑک اٹھا جس سے دل و جان روشن ہوگئے۔ اسی جذبہ میں آپ احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر حضرت شاہ علی خطیب خلیفہ حضرت قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب انہوں نے آپکے چہرۂ انور پر تجلیات انوار الہی روشن پائی تو آپکو بیعت کیا۔ آپؒ ان بزرگ کیخدمت میں ریاضت و عبادت میں مشغول رہے بعد ازاں باجازت پیر شہر برہانپور کی طرف روانہ ہوگئے جب شہر کے قریب پہنچے تو آپ چند ساعت قیلولہ کیلئے ایک باغ میں ٹھہرے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ نورانی چہرہ آپکو خطاب "شہباز" کی بشارت دے رہا ہے اسی روز سے آپ شہباز کے نام سے مشہور ہوگئے۔ آپ حضرت شاہ باجنؒ حضرت شاہ بھکاری حضرت شاہ حسین خدانما حضرت شاہ جلال قادری وغیرہ کے ہم عصر تھے۔ ایک عرصہ تک گوشہ نشینی اختیار کیا اکثر اوقات صحرا نوردی کرتے اور ندی کے قریب تماڑ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔

اس گاؤں کے باشندے چوروں کیوجہ سے بہت پریشان حال تھے اور اسی پریشانی کیوجہ سے شب بیداری کرتے تھے۔

اسی جنگل میں ایک چور کسی غار میں رہتا تھا اور بستی کے رہنے والوں کو بہت ایذا پہنچاتا تھا ایک رات کو وہ چور گاؤں میں آیا تو کیا دیکھتا ہے ایک نورانی بزرگ مراقب تشریف فرما ہیں اور انکے نزدیک اور چوگرد کے پاس درندے اور خونخوار جنگلی جانور مودب بیٹھے ہیں جیسے ہی ان جانوروں نے چور کو دیکھا

تو اسے گھیر لیا چور کے بدن پر لرزہ اور خوف طاری ہو گیا جب شاہ صاحب وضو کیلئے حجرے سے باہر آئے تو چور کو دیکھا اور فرمایا تو کون ہے؟ اس چور نے نہایت عاجزی کیساتھ سارا ماجرا سنایا۔
شیخ صاحب نے اسے نصیحت کی اُسکے دل پر اثر ہوا اور اس کا قلب نور ایمان سے منور ہو گیا اسنے اسی وقت کلمہ پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ حضرت نے اس کا نام کمال الدین رکھا کہتے ہیں جب تک وہ زندہ رہا شیخ کی خدمت میں رہا اور اُن کی صحبت اور شفقت سے درجہ کمال پر فائز ہوا۔

ایکبار صوفیوں کی جماعت اس جنگل میں آنکلی۔ اس جماعت کے لوگ بھوک اور پیاس کی شدت کیوجہ سے پریشان حال تھے۔ شیخ کا حجرہ دیکھکر خدمت میں پہنچے آپ نے کشف باطنی سے معلوم کر لیا کہ یہ جماعت بھوک اور پیاس سے پریشان ہے اسوقت آپکے حجرہ میں مہمانوں کی ضیافت کیلئے کوئی چیز موجود نہ تھی آپ حجرہ میں آئے اور بارگاہ قاضی الحاجات میں مشغول مناجات ہو کر سربسجود ہوئے اُسی وقت حلوائے بہشتی اور گرم نان آسمان سے آیا آپ نے اپنے ہاتھوں سے مہمانوں کو تقسیم کیا جماعت نے بقدر شوق شکم سیر ہو کر تناول فرمایا بعد ازاں آرام فرما کر روانہ ہوئے شیخ نے سجدہ شکر بجا لایا۔

ایک مرتبہ آپ ایک درخت کے زیر سایہ قیلولہ فرما رہے تھے۔ خواب میں دیکھا کہ ایک قبر کی میت پر عذاب ہو رہا ہے شیخ نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں استغاثہ کیا تو عذاب قبر موقوف ہو گیا۔ آپکی ذات بابرکات سے ہزارہا لوگوں کو ظاہری و باطنی فیض حاصل ہوا۔ آپ کثرت سے مجاہدات النوافل ذکر کرتے جسکی وجہ سے ذات تجلیات صفات اور رموز استغراق میں کمال حاصل ہوا۔

آپ عارف الحق اور راہبر حقیقت تھے فضیلت علم میں بہرہ تمام رکھتے تھے ہمیشہ ذکر جلی و خفی میں مشغول رہتے آپ نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا ان سے علم معرفت اور حقیقت حاصل کی

بوقت تہجد دوشنبہ کے روز بتاریخ دہم ربیع الثانی سنہ ۹۳۴ھ م سنہ ۱۵۲۸ء میں عالم فانی سے فردوس جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ اسوقت محمد شاہ بن عادل شاہ فاروقی کا دور حکومت تھا۔ آپ کی رحلت کا قطعہ تاریخ یہ ہے۔

قبلۂ ارباب حاجت مقتدائے واصلاں
سالِ تاریخش بگو "کردہ رحلت از جہاں"
۹۳۴ھ

(ملفوظات حوالے شاہ شہباز)

آپ کا مزار اقدس شہر برہانپور کے باہر دولت میدان کے جنوبی رخ پر واقع ہے اور مشرقی رخ پر شاہان فاروقیہ کے مزارات ہیں۔

حضرت میران سیّد بہلول قدس سرہٗ

آپ کا نام شاہ بہلول ہے۔ آپ حضرت شاہ بہاء الدین باجن چشتیؒ کے فرزند ارجمند ہیں آپ کا سلسلہ ۲۹ واسطوں سے حضرت زید بن الخطاب برادر امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ اپنے والد محترم کے مرید تھے۔

آپ مجذوب سالک تھے۔ جب کبھی جذبہ آجاتا تو شہر چھوڑ کر صحرا کو چلے جاتے۔ اور جب حال سلوک میں آتے تو باقاعدہ نماز عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے

آپ نے سلسلہ چشتیہ سے فیض پایا ہے۔ ہزاروں طالبین کو راہ خدا دکھائی ہے اور انھیں اپنے منزل مقصود تک پہنچایا ہے۔

آپ کا وصال ۱۴ ربیع الثانی کو ہوا۔ ۹۵۰ھ کے قریب آپ کا سالِ رحلت معلوم ہوتا ہے۔

آپ کا مزار مبارک شہر برہان پور کے قریب آسیر گڑھ کے راستے میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت شیخ ابراہیم قادری قدس سرہٗ

آپکا آبائی وطن سندھ ہے۔ اور آپ حضرت شیخ لشکر محمد عارف باللہ برہانپوری کے مرید و برگزیدہ خلفاء میں سے ہیں۔ آپ علم قرأت میں بڑے کامل تھے۔ آپ حضرت لشکر عارف باللہ جیسی عظیم ہستی اور روشن ضمیر کی صحبت میں رہ کر روحانیت میں اعلیٰ مقام پر سرفراز ہوئے۔

جب حضرت شیخ لشکر حضرت غوث گوالیاری کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے اسوقت شیخ ابراہیم آپکے ساتھ تھے غوث الاولیاء نے آپکی نسبت دریافت کیا تو آپنے شیخ کا اپنی ذات سے حسن اعتقاد، کمالات اور حسن خدمات کا ذکر کیا۔ غوث الاولیاء کو قرأت سے بڑا شغف تھا سن کر بہت خوش ہوئے اور تاکید کی کہ ہماری نمازوں میں قاری صاحب امامت کیا کریں، آپ نے گیارہ سال تک امامت کی۔ آپ کی خوش لہجہ قرأت سے متاثر ہو کر "مرغ لاہوتی" کا خطاب دیا۔ حضرت غوث الاولیاء اور آپ کے پیر شیخ لشکر علم قرأت میں آپ کے شاگرد تھے۔

ایک مرتبہ اپنے پیر و مرشد شیخ لشکر کے ساتھ اپنے دادا پیر حضرت غوث الاولیاء

کی خدمت میں مقیم تھے انکی خدماتِ لائقہ اور حسنِ قرأت سے متاثر ہو کر غوث الاولیاء نے اپنا خرقہ مبارک عطا فرمایا لیکن شیخ ابراہیم اس عطیہ کو لینے آگے نہ بڑھے بلکہ اپنے پیر کی طرف متوجہ بیٹھے رہے۔ شیخ عارف نے کہا لیتے کیوں نہیں؟ ادب سے عرض کیا آپ دینگے تب لوں گا۔ اس جواب پر غوث الاولیاء بہت خوش ہوئے فرمایا مرید کو یہی لازم ہے کہ اپنے پیر کے سوا کسی اور سے سروکار نہ رکھے۔

شیخ ابراہیم نے سالہا سال مسیح الاولیاء کی مسجد میں قرأت کے ساتھ محراب بنائی اور پنجگانہ نمازوں کی امامت کی۔

روحانیت میں آپ کا یہ پایہ تھا کہ ایک مرتبہ کسی نے کہا کھاتے وقت روزی رساں کا نام یاد رکھنا چاہئے آپ نے فرمایا ابراہیم کے نزدیک صوفی وہ ہے جو رزاقِ حقیقی کے مشاہدے کے بغیر کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔

آپ مسیح الاولیاء حضرت شاہ عیسیٰ جُنداللہ کے پیر بھائی ہیں آپ نے بیس برس تک اپنے پیر کی خدمت کی ہمیشہ جنگل میں جاتے اور لکڑیوں کا بوجھ سر پہ اٹھا کر لاکر بازار میں بیچتے تھے۔ اسی میں سے پیر کی خوراک کیلئے خرچ کرتے تھے۔

آپ نے سالہا سال تک نفس کشی کی اور ریاضت، عبادات و مجاہدات میں مشغول رہے۔

بادشاہ وقت میران محمد شاہ فاروقی چاہتا تھا کہ انکی پردہ نشینانِ حرم کو قرآن مجید کی تعلیم دیں مگر آپ نے اس ذمّہ داری کو قبول نہیں فرمایا اور انکار کر دیا۔

[illegible] پیر کی خدمت اور محنت شاقہ میں ہمہ تن مصروف رہے۔

آپکے بے شمار مرید تھے جن میں ممتاز خلیفہ حضرت شیخ عبدالرحیم کرونجیؒ ہیں جنہیں آپ سے سلسلہ شطاریہ میں خلافت حاصل تھی ۔
آپ کی وفات ۹۹۱ھ میں واقع ہوئی. مادہ تاریخ "صاحب فیض" ہے
۹۹۱ھ
آپ کا مزار مبارک متصل عادلپور برہان پور میں زیارتگاہِ فیض بخش خلائق ہے۔

حضرت شاہ منصور مجذوب قدس سرہٗ

آپ حضرت شاہ بھکاریؒ کے خلفاء میں سے ہیں اور عینا عادل شاہ فاروقی کے وزیر ملک جلال کے فرزند ہیں۔ اپنے نام کی مناسبت سے اپنے مرشد سے منصور کے مقام کی تمنا کی تھی۔ آپ روزانہ حضرت شاہ بھکاریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اذکار اور اشغال و عبادت میں مصروف رہ کر ریاضات اور مجاہدات کو کمال درجہ پر پہنچایا ۔

ایک روز حضرت شاہ بھکاریؒ حالتِ شوق میں غرق تھے وضو کرنے بیٹھے۔ حضرت شاہ منصورؒ آپ کے ہاتھ پر پانی ڈال رہے تھے ۔ جب وضو تمام ہوا تو شاہ منصورؒ نے بحسن اعتقاد پانی کے طشت کو اٹھاکر اوپر دیا۔ بدولت تصور کر کے آپ وضو پی گئے اسی وقت بیقراری اور حالت جذب آپؒ پر غالب آگیا۔ ماسوا اللہ کے سب کچھ بھلا دیا۔ تھوڑے دن بعد اپنے کپڑوں کو چاک کر برہنہ ہو گئے اور بازار و کوچہ میں پھرتے تھے ۔

حضرت شاہ منصور مجذوب علیہ الرحمۃ
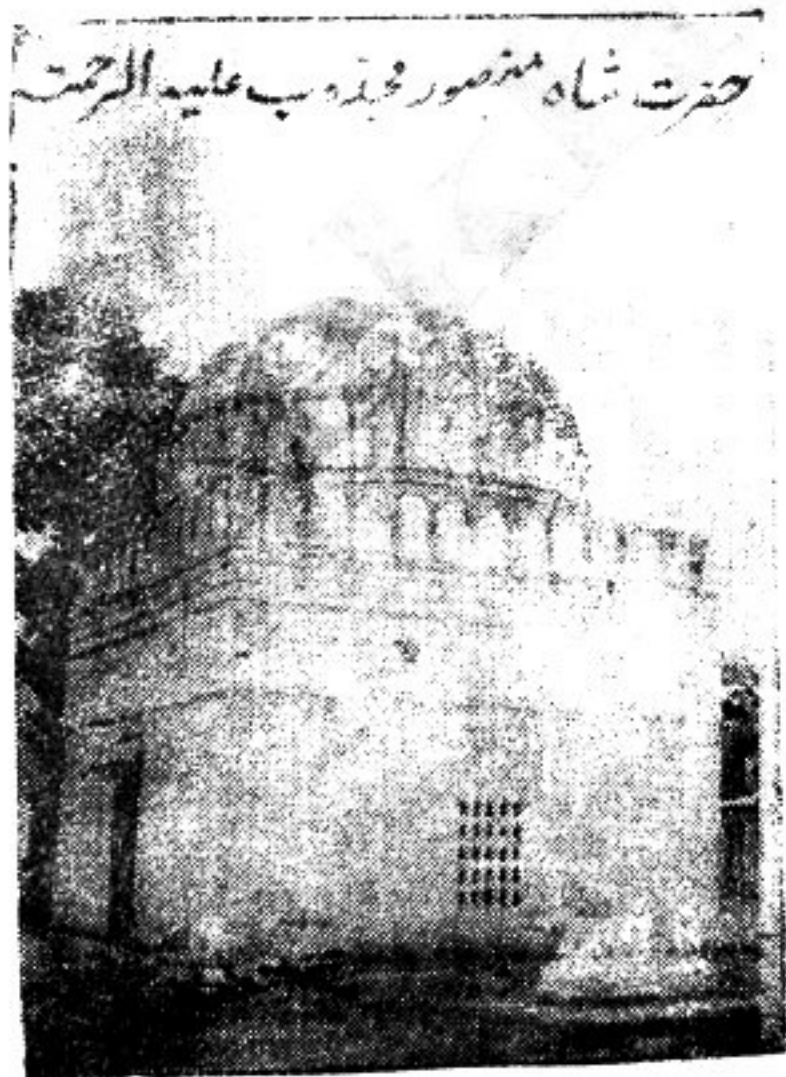
آپ کی جذب و بانہ کیفیت ایسی تھی کہ کبھی نماز میں جماعت میں امام کے ساتھ سجدہ کرتے امام نماز ختم کر لیتا اور آپؒ سجدہ سے سر نہ اٹھاتے۔

ہر شب جمعہ مغرب کے قریب مکہ معظمہ پہنچکر خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد برہانپور واپس آجاتے تھے۔

ایک بار شیخ ابراہیم کلہوڑا کی خانقاہ میں ایک سیاح آیا۔ اس نے دریافت کیا کہ اس شہر میں شاہ منصورؒ کہاں رہتے ہیں میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا تمہیں کیا کام ہے؟ اس نے کہا میں دو تین سال خانہ کعبہ میں رہا۔ میں دیکھتا کہ ہر شب جمعہ کو قریب شام ایک فقیر سر برہنہ لنگ پوش حاضر ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ پھر اس شخص کو باوجود تلاش کے کہیں نظر نہیں آتے۔ اتفاقاً وہاں ایک بزرگ تشریف لائے جب ان سے برہنہ سر لنگی پوش درویش کا حال دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا وہ شاہ منصورؒ مجذوب ہیں جو ملک ہند کے شہر برہانپور میں سکونت رکھتے ہیں تب ہی سے مجھے ان سے ملنے کا بے حد اشتیاق ہے۔

حضرت ابراہیم کلہوڑاؒ نے فرمایا وہ مجذوب ہیں ان کا راز فاش کرنا مناسب نہیں۔ آپ نے اسے وہاں جانے سے روکا مگر وہ نہ مانا۔ اور شاہ منصورؒ کی جانب چلا۔ شیخ ابراہیم نے مریدین سے فرمایا ایک شخص کی تجہیز و تکفین کا سامان تیار رکھو اور قبر بھی کھود کر تیار رکھو۔

جب وہ مسافر پہنچا اور شاہ منصور کو سلام کر کے روبرو کھڑا ہو گیا اور بے تکلف انداز سے گفتگو کرنے لگے اور آپ کی تمام کرامات کا تذکرہ کرنے لگا۔ سبحان اللہ کیا آپ کی ذات ہے ہر شب جمعہ کعبہ کے طواف کیلئے آتی ہے۔ حضرت شاہ منصورؒ نے یہ سنکر نہایت سختی سے دیکھا اور فرمایا باد فروشی مت کر اور مجھ سے مسخری نہ کر پھر بھی وہ بدستور

بولتا دیا کہا آپ تو منصور ثانی ہیں۔ شاہ منصورؒ اب جلال میں آگئے اور غصے سے فرمایا یہ منصور اور منصور کی برابری نہیں ہے اس منصور نے سر کٹوایا تھا اور دار پر چڑھا تھا اور یہ منصور دوسروں کے سروں کو کاٹتا ہے اور سولی پر چڑھاتا ہے اور فرمایا اب یہاں سے جاؤ اتنا سنتے ہی وہ اٹھا ابھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ اس کے شکم میں سخت درد ہونے لگا اور تڑپنے لگا اسی حالت میں وہ شیخ ابراہیمؒ کی خانقاہ میں آیا اور آپ سے اپنی نجات اور صحت یابی کی استدعا کی لیکن زندگی تو ختم ہو چکی تھی البتہ آپؒ کی سفارش سے اس کا ایمان سلامت رہا اور وہ سیاح اسی روز فوت ہو گیا۔

دہلی کا بادشاہ گجرات کا بادشاہ بہادر شاہ اور برہان پور کا بادشاہ محمد شاہ فاروقی حضرت شاہ منصورؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر شرف نیاز حاصل کر چکے ہیں۔

ایک بار شیخ ابراہیم کلہوڑا اپنے صلحاء کی ملاقات کیلئے برہان پور تشریف لائے اسی اثناء میں ابراہیم کلہوڑا ان کے سامنے آگئے آپؒ نے فرمایا کہاں چلے؟ آپؒ نے اپنی خانقاہ کی طرف اشارہ کیا۔ شاہ منصورؒ نے زمین پر ہتھیلی رکھ کر زور سے جنبش دی آپؒ نے ہاتھ بلند کر کے آسمان کی طرف اشارہ کیا اس مختصر اور خاموش گفتگو کے بعد بزرگ اپنی اپنی راہ چلے۔ شہر سے باہر شیخ ابراہیمؒ کی راہ میں ایک نالہ بہتا تھا جس میں ہمیشہ زانو سے نیچے ہی پانی رہتا تھا لیکن اس دن جب آپ نے نالہ عبور کرنا چاہا تو پانی کی تھاہ نہ تھی آپ کا گھوڑا غرق ہونے لگا اس خلاف توقع ناگہانی سے آپؒ کو تعجب ہوا اور پریشانی ہوئی اپنے مرشد کی طرف روحانی توجہ کی اور درگاہ الٰہی میں اس مصیبت سے نجات پانے کی التجا کی، اس دعا کی برکت سے نالہ کا پانی حسب معمول ہو گیا اور آپؒ نے اطمینان سے نالہ عبور کیا۔ آپ کے ہمراہ جو لوگ تھے انہوں نے

وجہ دریافت کی آپؒ نے فرمایا شاہ منصورؒ نے زمین پر ہاتھ رکھکر یہی کہا تھا کہ میں تجھے غرق کر دوں گا۔ اور میں نے آسمان کی ہاتھ اٹھا کر جواب دیا تھا کہ اللہ نے چاہا تو نکل جاؤنگا۔

یوں تو آپؒ کے فضائل وکرامات بے شمار ہیں جنکو لکھنا احاطۂ تحریر سے باہر ہے
آپ کی وفات چھبیسویں ۲۶ ربیع الثانی ۹۵۸ھ میں واقع ہوئی روضہ کی چوکھٹ پر کتبہ ہے

ماہ تھا وہ ربیع ثانی کا ؛ جس کی چھبیس ۲۶ کو وصال ہوا
جس کو سو سال عمر کے گذرے ؛ دار فانی سے کر گئے پردا

لکھئے آزاد مصرعۂ تاریخ
شاہ منصور عاقل دنیا

۹۵۸ ہجری

اس وقت آپؒ کی عمر شریف ایک سو سال تھی آپکا مزار مبارک محلہ خراری بازار میں زیارتگاہ خلائق خاص و عام ہے۔

کلام عارفانہ

آپ صوفی شاعر تھے منصور ہی تخلص تھا آپ کا صوفیانہ کلام تبرکاً پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ منصور مجذوبؒ برہان پوری ———— (بزمانۂ ہوش)

دنیا گر شوی دشمن ترا حق یار خواہد شد ؛ برایں یاری مکن از تو خدا بیزار خواہد شد
روز و شب زبال و جاہ مغروری ازو غافل ؛ کہ جاہت جاہ خواہد شد و مالت مار خواہد شد
ردآری بہ پیش خلق در باطن پرستی بت ؛ مصلّے روز محشر در برت از نار خواہد شد
موت در رخ خوبان مبیں از اشک غسلے کن ؛ ترا ایں گلہا کہ می بینی بہ حسرت خوار خواہد شد

بہ دنیا رہ دو در ہم عز و ... شود
ز دنیا مار دو رخ انقرت بر نماد ... شد

حضرت شیخ الاولیاء شاہ عیسیٰ جند اللہ قدس سرہ

دو عیسیٰ است فرزند دو حرف قدم
یکے ابن مریم دوم ابن قاسم

آپ کا نام شیخ عیسیٰ ابن شیخ قاسم ہے۔ جند اللہ آپ کا لقب [illegible] مسیح الاسرار مسیح الاولیاء القاب رکھتے ہیں۔ ۹۵۱ھ میں اپنے وطن مالوف سندھ سے اپنے والد اور چچا شیخ طاہر محدث قدس سرہ ہجرت کر کے برہانپور میں سکونت گزیں ہوگئے۔ آپ کے اہل دعیال اور مریدین جہاں رہتے تھے وہ محلہ سندھی پورہ کے نام سے مشہور ہے۔

آپ کی ولادت با سعادت ۵ ذی الحجہ ۹۶۲ھ شب یک شنبہ برہانپور میں ہوئی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار کے زیر عاطفت ہوئی۔ نو سال کی عمر میں آپ نے کلام اللہ حفظ کر لیا۔ آپ نے تمام علوم اپنے والد ماجد شیخ محمد قاسم اور عم بزرگوار شیخ محمد طاہر محدث سے حاصل کئے۔

حضرت شاہ عیسیٰ طریقہ شطاریہ میں حضرت لشکر محمد عارف باللہ کے مرید و خلیفہ خاص ہیں۔ جو حضرت غوث گوالیری سے بیعت تھے۔ فیض رساں شیخ نے اپنے عالم و فاضل مرید کو اپنے فیضان باطن سے بہرہ ور فرما کر شیخ عیسیٰ سے مسیح الاولیاء، مسیح منصب، اور مسیح القلوب بنا دیا۔

حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے مجاہدۂ نفس کے لئے اپنے پیر کی ایما پر دریائے تاپتی کے کنارے متوکلانہ چلہ ختم کیا۔ چالیس روز تک یہ معمول رہا کہ آپ روزہ رکھتے اور نیم کے پتوں سے افطار کرتے۔ فرماتے تھے کہ نیم کے پتے کڑوے نہیں بلکہ میٹھے معلوم ہوتے تھے۔ جب چلہ انجام کو پہنچ گیا تو آپ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی

"الحمد للہ بہ یمن توجہ حضرت ایشاں ایں چلہ بہ توکل تمام شد۔ حضرت جند اللہ (نی ارضہ دلشکر محمد) بارہ گرم شدہ فرمودند کہ بھائی ایں غریب ہو کوں توکل کہاں۔ خداوند تعالیٰ سبحانہ راہبرنا نے نہ بایا آزمود۔" (روائح الانفاس قلمی صہ ۲)

آپ زہد و تقویٰ میں اتنے مستغرق رہتے تھے کہ کھانے پینے کی بھی پرواہ نہیں رہتی تھی کئی بار ایسا ہوا کہ اس کیفیت میں آٹھ آٹھ دن تک کچھ نہیں کھایا۔

جس طرح قطب ربانی غوث صمدانی محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنے زمانے کے غوث اور پوری دنیا کی روحانی سلطنت کے بادشاہ تھے اسی طرح آپ بھی اپنے زمانہ کے غوث اور پوری روحانی دنیا کی سلطنت کے بادشاہ تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ نہایت شفقت سے حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ کے سینۂ مبارک پر رکھ کر فرمایا۔

"تم امتِ محمدیہ کے خاتم الولایت ہو اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں کسی ایک کو یہ مرتبہ عطا کرتا ہے اور تمام اولیاء اس سے فیض حاصل کرتے ہیں۔"

حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ کو یہ درجہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر عطا کیا تھا۔

حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہؒ کے ایک مرید عبدالعزیز لاہوری تھے انھیں حضرت سے اتنی محبت اور عقیدت تھی کہ وہ گھر بار چھوڑ کر حضرت کی خدمت میں پڑے رہتے تھے۔ جب زیادہ عرصہ ہو جاتا تو آپ اصرار کر کے انہیں لاہور بھیجتے تھے تاکہ وہ اہل وعیال کے ہمراہ زندگی گزار کر ان کا حق ادا کریں۔ وہ تھوڑے دن رہ کر پھر حضرت کے پاس برہان پور چلے آتے تھے۔ ایک دفعہ انھیں سخت تاکید کی کہ جب تک میں نہ بلاؤں یہاں مت آنا جب کچھ عرصہ گذرا تو ان کا دل حضرت کے لئے تڑپنے لگا۔ اور آخر کار انہوں نے طے کر لیا کہ کل ضرور برہان پور روانہ ہو جاؤں گا۔ حضرت ناراض ہوں گے تو ان کی ڈانٹ پھٹکار سن لوں گا وہ روانگی سے ایک روز پہلے دعائے سیفی پڑھنے میں مصروف ہو گئے جب رات کا پچھلا پہر ہوا تو کیا دیکھتے ہیں حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ کمرے میں موجود ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جب میں نے تمہیں تاکید کر دی تھی کہ جب تک میں نہ بلاؤں برہان پور مت آنا پھر تم نے میرے حکم کے برخلاف برہان پور آنے کا ارادہ کیوں کیا؟ عبدالعزیز نے عرض کی کہ حضور آپ کے دیدار کے لئے تڑپ رہا تھا آپؒ نے فرمایا لو اب جی بھر کر دیدار کر لو۔ یہ آخری دیدار ہے اس کے بعد ہماری ملاقات نہیں ہو گی اس کے بعد آپؒ نے فرمایا اب میں رخصت ہوتا ہوں صبح قریب ہے اور مجھے برہان پور جا کر نماز پڑھانی ہے۔

عبدالحکیم نامی ایک سیاح جس نے غدار رسیدہ بزرگوں سے فیض حاصل کیا تھا۔ سیر کرتے ہوئے برہان پور پہنچا اسکو شیخ الاولیاء سے بڑی عقیدت اور محبت تھی اکثر ان کی مجالس میں شرکت کرتا تھا ایک روز وہ عید کے روز خانقاہ میں حاضر ہونے کے قصد سے روانہ ہوا دل میں خیال آیا کہ حضرت کے ولی کامل ہونے میں کسکو کلام ہے کاش آج میری یہ دونوں تمنائیں حضرت کی کرامت اور

ولایت کے تصرفات سے یوری ہو جائیں تو نمبر ایک تو یہ خانقاہ کے تمام سنگریزے سونے چاندی کے ہو جائیں دوسرے آج عید کا دن ہے ہر گھر میں سوئیاں ہی پکی ہونگی مگر مجھے نرم گرم روٹی ملے جس پر گھی لگا کھانے کو ملے ۔

اس نے یہ خیالات دل سے زبان تک بھی نہ لائے تھے کہ مجلس میں داخل ہوا اس نے دیکھا کہ صحن کے تمام سنگریزے فی الحقیقت سونے چاندی کے ہیں چاہا کہ تبرکاً کچھ اٹھالوں مگر ہمت نہ ہو سکی ۔

سامنا ہونے پر شیخ الاولیاء نے فرمایا بعض لوگ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کرتے اور اس کو دیکھکر ایمان لاتے تھے لیکن وہ وصالِ حق سے محروم رہتے تھے اور جو لوگ معجزہ طلب کئے بغیر ایمان لاتے تھے وہ فائز المرام ہوتے تھے ۔ یہ بیان سنکر سیاح کو بڑی ندامت ہوئی اور وہ شرم کے مارے زیادہ دیر ٹھہرنے کی جرأت نہ کر سکا اپنے تکیہ میں چلا آیا وہ ابھی آکر بیٹھا ہی تھا کہ کسی اجنبی شخص نے گرم گرم روٹیاں لا کر دیں جس پر گھی لگا ہوا تھا ۔

شاہ عیسیٰ جُند اللہ صاحب کشف و کرامات تھے اُن سے کئی خوارق عادات ظاہر ہوئیں انکی تفصیل احاطۂ تحریر سے باہر ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے ۔

نواب عبدالرحیم خانخاناں آپؒ سے بے پناہ محبت اور عقیدت رکھتے تھے ۔ وہ نصف شب گذرنے کے بعد نذرانے بھیجتے ۔ حضرت اسی وقت شیخ محمد سندھی کو آواز دیتے کہ وہ رقم اس کے حوالہ کر دیتے تب آپکو اطمینان ہوتا اور آپکو نیند آتی ۔ ان کا کہنا تھا کہ فقیر کا سکون اسی میں ہے کہ اسکو جو کچھ ملے وہ دوسروں کو جلد دیکر اپنے سے جدا کر دے چاہے وہ عرفان کی دولت ہی کیوں نہ ہو ۔

حضرت شاہ عیسیٰ جُنداللہ ہندی زبان کے مشہور شاعر بھی تھے۔ ایکدن آپکے مرید حضرت برہان الدین رازالہیؒ نے دریافت کیا کہ دنیا کیا ہے؟ تو آپ نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

جے ہر کو بسراوے سبھی ٭ دنیا نا لو اسی کا کہی

(یعنی جو چیز خدا سے غافل کردے اسی کا نام دنیا ہے)

خدا کا تصوّر شاہ عیسیٰ جُنداللہ کی رگ رگ میں پیوست ہو گیا تھا اور عشق الہٰی میں آپکی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے تھے۔

تصانیف شاہ محمد عیسیٰ جنداللہ نے "عین المعانی" فارسی میں لکھی ہے جو عرفان و سلوک کے رموز سے معمور ہے۔

فیض الکریم تفسیر عربی قرآن مجید کی مسمیٰ انوار الاسرار، مجمع البحرین و شرح اسمائے حسنیٰ اور تصوف میں رسالہ خمسہ وغیرہ آپکی تخلیقات ہیں ۔

مذکورہ بالا تصانیف سے حضرت مسیح الاولیاء کی عظمت و بزرگی کا پتہ چلتا ہے کہ ان کا باطن تجلیات خداوندی سے کتنا معمور تھا، شاہ عیسیٰ جنداللہ نے فیض باطنی کے لیے شب و روز عبادت و ریاضت و مجاہدہ نفس، وظائف درس و تدریس اور طالبان حق کی راہ نمائی میں ساری زندگی بسر کی۔ قناعت اور توکل کی مجاہدانہ زندگی گزارتے ہوئے مسیح الاولیاء ستر سال کی عمر میں بتاریخ ۱۴ شوال سنہ ۱۰۳۱ھ کو محبوب حقیقی سے جاملے۔ قطعہ تاریخ وفات

فیض عالم	ہادی اعظم	(کشف الحقائق)
۱۰۳۱ھ	۱۰۳۱ھ	

آپ اپنے حجرۂ مبارک میں دفن کئے گئے۔
خانخاناں عبدالرحیم خاں نے مزار اقدس پر شاندار گنبد تعمیر کروایا۔ آپ کا مزار مبارک محلہ سندھی پورہ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت برہان الدین راز الٰہی قدس اللہ سرہٗ العزیز

آپ مسیح الاولیاء حضرت شاہ عیسٰی جنداللہؒ کے ممتاز ترین خلیفہ ہیں۔ باکمال پیر کی خدمتوں اور فرمانبرداریوں کی وجہ سے مسیح الاولیاء کی آپ پر خصوصی نظر عنایت و شفقت رہی اسی وجہ سے آپ بہت ہی کم عرصہ میں روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچے۔ آپکی ولادت باسعادت ۹۹۰ھ میں موضع راجھی پرگنہ بودوڑ خاندیش میں ہوئی۔ آپ یہاں سے نوعمری ہی میں اپنے خاندان کے ہمراہ برہان پور آگئے۔
والدین کی وفات کے بعد اپنے عم بزرگوار کی زیر سرپرستی تعلیم و تربیت حاصل کی علوم ظاہری کی تحصیل کے ساتھ خداطلبی کا جذبہ سینہ میں موجزن تھا۔ اسلئے حضرت ملک حسین جنباںؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہو گئے۔ حضرت ملک حسین جنباںؒ کے بغرض سیاحت چلے جانے کیوجہ سے شیخ برہان الدین کا کام ادھورا رہ گیا اور وہ اسکی وجہ سے بیتاب تھے اسی اثناء میں مسیح الاولیاء کے ایک خلیفہ شیخ عبدالقدوسؒ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کو مسیح الاولیاء کی خانقاہ میں پہونچا دیا۔ اس وقت آپکی عمر انیس سال کی تھی۔
مسیح الاولیاء نے اپنے شاگرد رشید کو روحانی علوم اور عرفانی تعلیم کے ساتھ

حضرت شاہ برہان الدین راز الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز

علوم ظاہری شعر و ادب اور عروض ریاضی منطق وغیرہ میں طاق کر دیا معرفت کے سلسلہ کے یہی "دُرافِ الٰہی"۔ فن شعر میں "برہان" تخلص کرتے تھے۔ آپکو عرب ادب پر کامل عبور حاصل تھا۔

آپ کو مسیح الاولیاء نے خلافت عطا فرمائی خلافت سے مشرف ہونے کے بعد آپ نے اپنی اہلیہ صالحہ کو اپنے پیر کے حکم سے بیعت کیا۔ آپ کی اہلیہ آپکے مریدین میں سر فہرست ہیں۔ بعد ازاں یہ سلسلہ اس قدر عروج پر آیا کہ ہر طبقہ کے لوگ کثرت سے آپکے حلقۂ ارادت سے منسلک ہو گئے (اولیاء سندھ)

حضرت بابا فتح محمد کے یہاں فرزند پیدا ہوا خادمہ بچہ کو مسیح الاولیاء کے پاس لائی آپ نے فرمایا اسے شیخ برہان کے پاس لے جاؤ وہ اس کا نام رکھدیں گے۔ خادمہ نے حضرت کی خدمت میں پہنچ کر مسیح الاولیاء کے ارشاد گرامی سے باخبر کیا آپ نے مسکرا کر بچہ کو ایک نظر دیکھا اور جو گلوری چبا رہے تھے اسمیں سے ذرا چبایا ہوا پان بچہ کے منہ میں دے کر کہا لے جاؤ۔ خادمہ نے کہا نام تو آپ نے رکھا ہی نہیں فرمایا جاؤ نام رکھدیا خادمہ واپس مسیح الاولیاء کے پاس آئی اور کہا انہوں نے نام نہیں رکھا۔ حضرت نے بچہ کو پان سے سرخرو دیکھکر فرمایا خوب بچہ کا نام "شہاب الدین" رکھا ہے۔

شہاب الدین آپ کی اس عطا کردہ نعمت کی برکت سے اپنے وقت کے جید عالم، حافظ، قاری، اور صاحب تصانیف ہوئے۔ حضرت برہان الدین نے انھیں اپنی خانقاہ سے متصلہ مسجد میں امامت پر مامور فرما دیا۔

آپ دولتِ دنیا اور اہل دول سے طبعاً گریز کرتے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر جو عہد شاہجہاں میں برہان پور کا صوبہ دار تھا ایک روز حضرت کی مجلس میں شریک

ہوا جب وہ تبرک لینے کیلئے حضرت کے پاس آیا تو آپ نے اورنگ زیب کو پہچان لیا اور خطاب فرمایا کہ یہ فقیر خانہ ہے یہاں شہزادوں کی ضرورت نہیں آپ یہاں آنے سے باز رہئے ورنہ میں اپنے لئے دوسرا مقام تجویز کر لیتا ہوں ۔

چنانچہ اورنگ زیب نے آپ سے رسائی حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ حضرت کی ایک خادمہ حرم ماما لالو نامی تھی ۔ جو دن رات آپکی خدمت میں رہتی تھی شہزادہ اورنگ زیب نے اس کی بہت خاطر مدارات کی اور اس کو رضامند کر لیا یہ طے ہوا کہ جب حضرت نماز کیلئے تشریف لائیں تو ان سے درخواست کریں ۔ اسطرح اورنگ زیب منصوبہ کے تحت خانقاہ کے دروازے پر حاضر ہو گئے حضرت نماز کیلئے حجرے سے باہر آئے تو شہزادہ کو دیکھکر ٹھہر گئے ۔ عالمگیر نے دارا شکوہ کی شکایت کی کہ وہ مقدمات شرعی طور پر فیصل نہیں کرتا ۔ اور اسلامی اصولوں پر حکومت کرنے کے لیئے عزائم کو ظاہر کر کے دعا کی درخواست کی ۔ حضرت نے فرمایا ہم فقیروں کی دعا سے کیا ہوتا ہے تم بادشاہ ہو دعا کرو ہم آمین کہہ دینگے ۔

عالمگیر نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی اور حضرت نے "آمین" کہی اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگ زیب ہندوستان کا شہنشاہ بن گیا ۔

آپ ہمیشہ عبادت و نوافل میں منہمک و مشغول اور زہد و تقویٰ میں بہت جد و جہد اور سعی کرتے رہتے تھے ۔

آپ کی ذاتِ بابرکات جامع الکمالات اور سراپا کرامات تھی لیکن آپ طبعاً کشف و کرامات کو قابل اعتنا نہیں سمجھتے تھے حالانکہ آپ سے بلا قصد و ارادہ بے شمار خرق و عادات کا ظہور ہوتا رہتا تھا ۔

آپ حضرت مسیح الاولیاءؒ کی تقلید و اتباع کو مقدس و متقدم سمجھتے تھے آپکے پاس جو بھی تکلیف زدہ آتا تو آپ پانی پر اپنے شیخ مسیح الاولیاءؒ کا نام دم کرکے دے دیا کرتے تھے اور اُس سے ہمیشہ ہر شخص کو فائدہ و فیض ہی پہونچتا ۔

آپ بہترین شاعر تھے اور برہان تخلص کیا کرتے تھے یہ ثبوت اس شعر سے معلوم ہوتا ہے جو روائح الانفاس صلا میں درج ہے ؎

برہان دلیل حق نہ شود جز شفیع دوست

دیدم کہ بیسر ظاہر حق احق لطون اوست

حضرت برہان الدین راز الٰہی نے پیم کہانی لکھی ہے اسمیں عشق الٰہی کی والہانہ سرمستیوں کا ذکر عارفانہ انداز میں کیا ہے۔ یہ رسالہ ہندی اور فارسی زبان کا شیریں ترین مرکب ہے

پیم کہانی کہت ہوں سنوں سکھی تم آئے

پیو ڈھونڈن ہوں گئی آئی آپ گنوائے

میں عشق کی کہانی کہتا ہوں دوستو! آؤ سنو میں دوست کی جستجو کے لئے گیا تھا لیکن خود کو بھی گم کردیا ۔

آپکے ملفوظات اور تصنیفات میں "ثمرات الحیات"، "روائح الانفاس"، "شرح اسمائے حسنیٰ" اور "شرح آمنت باللہ" مشہور ہیں ۔

آپکے ارشادات و نکات تبرکاً پیش ہے ۔

۱ ۔ حضرت نے فرمایا کہ جو خدا تک پہنچائے وہ دین ہے اور جو خدا سے باز رکھے وہ دنیا ہے ۔

۲ ۔ فرمایا ہر کام میں خدا کی مدد ڈھونڈ ۔

۳۔ حضرت نے فرمایا کہ سلطان ابوسعید ابوالخیر فرماتے تھے کہ اجتماع ایک دسترخوان پر اور تناول ایک طبق میں سنت اور باعثِ برکت ہے۔

۴۔ نمازِ جماعت میں پہلی صف میں بیٹھنا اور ثواب زیادہ حاصل کرنا اہلِ شریعت کے مذہب کے مطابق ہے اور آخری صف میں بیٹھنا تاکہ دوسرے مومنوں کو ثواب زیادہ ملے یہ ایثار اہلِ فقر کے مشرب کے مطابق ہے۔

۵۔ والدین کے حقوق اولاد کے ذمہ اس حد تک ہیں کہ اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک کافر ہو گیا ہو اور فرزند کو حکم دے کہ ہمارے لئے گوشت لا تو لا دینا چاہئے اگر پکانے کا حکم دے تو پکا کر اور تیار کر کے ان کے سامنے پیش کر دینا چاہئے اگر وہ کھانے کیلئے کہیں تو انکار کر دینا چاہئے کیونکہ اس صورت میں ماں باپ کی نافرمانی حکم خداوندی کی تابعداری کے باعث ہے۔

۶۔ گوشہ نشینی کا حق یہ ہے کہ جسم سے لوگوں کے ساتھ اور دل سے خدا تعالیٰ کے ساتھ رہے اگر کوئی ملاقات کیلئے آئے تو شکریہ ادا کرے اگر وہ روگردانی کرتا ہے تو فراغتِ دل کیلئے غنیمت جان۔

نواب عاقل خاں رازی حضرت موصوف کے مرید تھے۔ حضرت موصوف بتاریخ ۱۵ شعبان ۱۰۸۳ھ واصل ذات پاک خالق بے نیاز ہوئے عمر شریف بچاسی ۸۵ سال سے زیادہ تھی۔

قطعہ تاریخ وفات یہ ہے۔

خواہی بدو وجہ رتبۂ انسانی	؛	تاریخ وصال شیخ برحق دانی
برہان درحقیقت لو بودہ وبس	؛	حق جوئی بس از حقیقت برہانی
۱۰۸۳ھ		۱۰۸۳ھ

آپ کے جنازہ میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک تھے اور ایسا لگتا تھا کہ جنازہ ہوا میں اڑا جا رہا ہے۔

آپ کو اپنی ہی خانقاہ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ مزار پر انوار محلہ سندھی پورہ میں زیارت گاہ خلائق و مخزن برکات بیش بہا ہے۔

بارہ سال بعد اورنگ زیب نے آپ کے مزار مبارک پر حاضری دی تھی اور شیخ سے دیرینہ محبت کی بناء پر آپ کا عظیم الشان مقبرہ تعمیر کرنے کا انتظام کیا تھا۔

حضرت شیخ شاہ محمد ابن فضل اللہ نائب رسول اللہ قدس سرہٗ

آپ برہان پور کے مشہور اولیائے کبار سے ہیں۔ علوم ظاہری میں اکمل یکتائے زمانہ تھے۔ آپ سادات حسینی رضوی ہیں۔ آپکی ولادت باسعادت تقریباً ۹۵۲ھ میں احمد آباد میں ہوئی۔

آپ شیخ علی متقی برہانپوری کے مریدوں میں سے ہیں۔ آپ نے طریقہ عالیہ قادریہ و طریقہ عالیہ چشتیہ، طریقہ سہروردیہ وغیرہ میں حضرت شیخ علی متقی اور حضرت شیخ ابو محمد ابن خضر تمیمی سے خرقۂ خلافت حاصل کئے تھے اور طریقہ چشتیہ نظامیہ وغیرہ میں حضرت شیخ صفی گجراتی سے اجازت و خلافت پائی تھی۔ آپ زیارت حرمین شریف سے بھی مشرف ہوئے اور عرصہ تک مدینہ منورہ میں رہ کر تحصیل علوم فرمائی۔

آپ کا سلسلۂ نسب امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک پہنچتا ہے عشق رسول کے جذبہ سے سرشار تھے جب آپ کے دل میں عشق نبی کی تڑپ پیدا ہوتی تو آپ برہانپور سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی راہ لیتے۔ آپ نے جب یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ بقیہ

حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ نائب رسول اللہ رحمہ

زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گذار دوں لیکن چند منزلیں طے کرنے کے بعد حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ خواب میں یا مراقبہ میں تشریف لا کر "برہان پور" واپس جانے کا حکم دیا۔ آپؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پا کر برہان پور واپس آگئے۔

اتباع سنت پر سختی سے عمل پیرا ہونیکی وجہ سے آپؒ "نائب رسول اللہ" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کی ذاتِ بابرکات سے لاکھوں لوگ گمراہی سے نکل کر منزل مقصود کو پہنچے۔ آپ بڑے صاحب کرامت ظاہرہ و علامات باہرہ (روشن) تھے اور علوم ظاہری و باطنی کے مجمع البحرین اور زہد و تقویٰ اور ریاضت و عبادت میں اپنی مثال آپ تھے۔

شہزادہ جہانگیر آپ کی بزرگی کو مانتا تھا۔ شاہجہاں بھی شہزادگی کے زمانہ میں آپکے دیدار سے مشرف ہوا تھا۔ شہنشاہ جہانگیر نے بطور جاگیر کے موضع ہیگتا پرگنہ ملکاپور وقف کیا تھا۔ شہزادہ دارا شکوہ بھی حضرت موصوف کا مداح اور معتقد تھا۔

آپ کی تصانیف بے شمار ہیں۔ آپ نے مسئلہ وحدت الوجود پر عربی زبان میں "التحاف الذکی تحفۃ المرسلۃ الی النبیؐ" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی جو عالم اسلام میں بہت مقبول ہوئی۔ ایک مرتبہ جاوہ سے کچھ مسلمان آکر اسے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ یہی کتاب مصر میں عربوں کو پڑھائی جاتی تھی۔ مدینہ منورہ کے مشہور عالم مولانا شیخ ابراہیم کردی نے عربی زبان میں اسکی مفصل شرح لکھی ہے جسکے دیباچے میں کتاب کے مصنف حضرت محمد ابن فضل اللہ کی بہت تعریف کی گئی ہے۔

اسی کتاب کا فارسی ترجمہ ان کے شاگرد و خلیفہ ملا عبدالغفور صاحب نے کیا تھا۔ اس کا اردو ایڈیشن منشی مطیع اللہ صاحب راشد مرحوم نے کراچی (پاکستان) سے شائع کرادیا تھا۔

شیخ محمدؒ کی وفات یکم رمضان المبارک ۱۰۲۹ھ مطابق ۱۶۲۰ء میں واقع ہوئی۔ خزینۃ الاصفیاء میں یہ قطعہ تاریخ وصال مرقوم ہے ۔

چوں محمد ابن فضل اللہ فضل دو جہاں ؛ رفت از دنیا بتاریخش لقبول اہل راز

عمدہ عین فضل است و شیخ احسن و شیخ فضلا ؛ نیز ہادی زماں افضل بگویا سد نیاز

۱۰۲۹ھ

سال ترحیلش رقم کن زیبدو دین فضل اللہ ؛ باز کن تحریر فضل اللہ ہادی پاکباز

۱۰۲۹ھ

آپ کا مزار حصار برہان پور محلہ شیخ پورہ میں واقع ہے۔ یہ محلہ آپ ہی نے بسایا تھا کسی زمانے میں صرف اسی محلہ میں ۱۰۰ حفاظ کرام رہتے تھے۔ یہ محلہ علماء و فضلاء کا بڑا مرکز تھا۔ یہ محلہ ویران اور جنگل کی صورت میں عہد ماضی کی داستان سنا رہا ہے صرف آپ کا گنبد اور مسجد باقی ہے آپ کے مزار سے کچھ فاصلہ پر آپ کے نبیرہ محترم شاہ محمد وارث متوفی ۱۱۸۲ھ کا مزار مبارک ہے ۔

آپ کے دو فرزند تھے خواجہ فضل اللہ اور دوسرے خواجہ فضیل علیہ الرحمہ یکم رمضان المبارک کو آپ کا اور حضرت شاہ محمد وارث صاحب کا عرس بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے ۔

شیخ صاحب کے خاندان کے لوگ آج بھی مقام بیاول ملکاپور برہانپور اور خاندیش کے دیگر مقامات پر موجود ہیں ۔

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہٗ

جنہیں پھر گردشِ افلاک پیدا کر نہیں سکتی
کچھ ایسی ہستیاں بھی دفن ہیں گورِ غریباں میں

آپ شہر کشم علاقہ بدخشاں میں ۱۰۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ سرہندی کے مرید و خلیفہ خاص تھے۔

آپ کے والد ماجد خواجہ محمد قاسمؒ عرف خواجہ کاظم اکابر وقت اور صحیح النسب سادات کرام سے تھے اور مشہور عالم عابد اور درویش باصفا تھے۔

آپ مرزا شاہ رخ بادشاہ ملک بدخشاں کے خاندان سے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ میرے آباء و اجداد سلسلہ سہروردیہ کبرویہ سے منسلک تھے اور میں بھی بچپن سے اس خانوادہ کے خلفاء کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا لیکن طبعی رابطہ شروع جوانی سے دل کے اشارے اور بشارت پر خواجگان نقشبندیہ ہی سے رہا۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اس شاہراہ کے کون سے رہبر بزرگ میری دستگیری کریں گے اور اس عالی شان سلسلے کے کون سے منعم مجھے نوازیں گے اس فکر کی کشاکش میں مجھے بڑا دکھ ہوتا تھا اور اس حال کے غلبہ کی وجہ سے میری زبان سے یہ نکلتا تھا کہ گھوڑے پر زین لگا کر ہندوستان جانا ہوگا آخر چنانچہ مجھے ہندوستان آنا ہی پڑا۔

ایک مرتبہ ایک محفل میں اگلے زمانے کے مشائخ کے عجیب و غریب حالات اور تصرفات کا ذکر چھڑ گیا تو میرے دل میں خیال گذرا کہ ایسے لوگ ماضی میں تھے اور اب نہیں ہے یا اگر ہیں تو ہماری آنکھیں انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ

اسی شب میں نے خواب دیکھا کہ ایک صاحب بزرگ آئے اور مجھ سے فرمایا کہ فلاں بزرگ فلاں مقام پر اہل دل لوگوں کی مجلس میں تشریف فرما ہیں اور مجھے طلب کر رہے ہیں۔ میں اس جگہ پر گیا۔ وہاں ایک بزرگ کو دیکھا جو ارباب صفا کے جلسے میں تھے اور ایک چبوترے پر مراقب بیٹھے ہوئے تھے مجھے اس بزرگ کے قریب لے جایا گیا ان صاحب نے مراقبہ سے فارغ ہو کر اپنا ہاتھ پھیلایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا پڑھو اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ الخ کیونکہ یہ سورہ قبولیتِ توبہ کا دروازہ ہے۔ میں یہ سورۃ پڑھتا جاتا تھا اور میری آنکھوں سے آنسو بہتے جاتے تھے میں نے اس سورۃ کی شانِ نزول سے اپنا مقصود کا اشارہ سمجھا اپنے قلب کو تسلی دی اور شاہراہ توبہ اختیار کیا۔

اس کے چند روز بعد مجھے مرشدِ وقت میر نعمان نقشبندیؒ کی خدمت میں حاضر ہونا پڑا جو اس سلسلہ عالیہ کے خلفاء میں اور شہر برہان پور میں مسندِ ارشاد پر متمکن تھے اور طالبانِ خدا کے دلوں کو جذبہ کے پیالوں سے بے خود بناتے تھے ان سے میں نے اس سلسلہ شریفہ کا ذکر مراقبہ سیکھا اور عرصہ تک ان کی خدمت میں رہا یہاں تک ۱۰۳۱ھ میں حضرت مجددؒ نے مجھے سرہند طلب کیا۔ چنانچہ حضرت میر نعمانؒ کی اجازت سے حضرت مجددؒ کی خدمت میں سرہند پہنچا اور قریب دو سال تک آپ کی ذات بابرکات سے فیض حاصل کرتا رہا اور جو انوار ایسے آفتاب عالمتاب سے میرے روزنِ شکستہ دل میں داخل ہوئے وہ شرح بیان سے باہر ہیں اور زبان پر نہیں آ سکتے۔

آپ اعلیٰ حضرت سے تعلیم طریقہ کے اور خرقۂ خلافت سے مشرف ہو کر حسب الحکم برہانپور قیام پذیر ہوئے۔

خواجہ محمد ہاشم فضائل صوری اور علوم رسمی میں تمام کمال و مہارت رکھتے تھے

خوش گفتار، شیریں سخن، خوش خلق، اور متواضع تھے دلچسپ حکایتیں بڑے دلکش انداز میں بیان کرتے تھے۔ ان کی تقریر اور تحریر میں سوز و گداز تھا۔

تاریخ گوئی اور انشاپردازی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کے دلفریب اشعار جاں خراش، مثنویاں پُرلطف رسالے بڑی شہرت رکھتے تھے تصنیف و تالیف آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

آپ نے ایک کتاب "زبدۃ المقامات" کے نام سے فارسی زبان میں ۱۰۳۷ھ میں لکھی۔ جس میں اپنے پیر و مرشد حضرت مجدد الف ثانیؒ اور دادا پیر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے واقعات اور حالات قلم بند کئے ہیں یہ کتاب نہایت مفید اور قابلِ مطالعہ ہے۔

آپ کی دوسری تصانیف مکتوبات امام ربانی جلد سوم فارسی میں ہے جسے آپ نے ۱۰۳۱ھ میں ترتیب دیا تھا۔ یہ کتاب ان مکتوبات کا مجموعہ ہے جو آپ کے پیر و مرشد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے وقتاً فوقتاً مختلف احباب مریدین و معتقدین اور مشائخ عصر کو لکھے ہیں۔

آپ کے فارسی منظوم کلام کا مجموعہ جس میں شاعری کی تمام اصناف پر لکھا گیا ہے اپنی مثال آپ ہے اس کا قلمی نسخہ ملا فیروز پارسی کے کتب خانہ آر کے ماما لائبریری بمبئی میں محفوظ ہے۔

ایک بار حضرت خواجہ سید ہاشمؒ اپنے احباب و مریدین کے ہمراہ محل گل آرا سیر و شکار کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ آبشار کو دیکھکر آپ کے دل پر پیر و مرشد کے سنگ فرقت کی چوٹ لگی اور بے اختیار یہ قطعہ آپ کی خاطرِ دریا سے نکلا جو آج تک کتب تاریخ میں محفوظ ہے۔

ای آبشار نوحہ گر از بہر چیستی ؛ چیں بر جبیں فگندہ ز اندوہ کیستی
آخر چہ درد بود کہ چوں من تمام شب ؛ سر را بہ سنگ می زدی و می گریستی

حضرت خواجہ محمد ہاشم ۱۵ سال تک شاہی جامع مسجد برہان پور میں پیش امام رہے۔ آپکا ایک قلمی دیوان انڈیا آفس لائبریری لندن میں بھی محفوظ ہے اسمیں مختلف اصناف سخن ہیں۔ اور معاصرین سے متعلق بہت سے تاریخی واقعات تحریر ہیں ۔

حضرت خواجہ سید ہاشم نے تین روز کی مختصر علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا اور آخری سانس تک بندگانِ خدا کو ہدایت کرتے رہے۔ اس طرح آپ ماہ رجب ۱۰۵۴ھ میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ نزد عیدگاہ سبھاش ہائی اسکول پاندھرول ندی کے کنارے مزار مبارک زیارت گاہ خلائق ہے ۔

آپکے صاحبزادہ خواجہ سید محمد قاسم علیہ الرحمۃ اور مولانا سید شاہ عبد اللطیف حصاری خلفاء میں سے ہیں ۔

حضرت ہاشم کشمی کے بعد برہانپور میں سلسلۂ عالیہ مجددیہ کی توسیع و اشاعت کا کام کمزور پڑ گیا اس سلسلے کے ایک بزرگ حضرت صوفی عبد الرؤف صاحب (منوناتھ بھنجن) ۱۹۴۷ء - ۴۸ سے کئی مرتبہ برہانپور تشریف لائے لیکن آٹھ دس برسوں کی مسلسل کوششوں کے باوجود آپ رجوع خلق سے محروم رہے لیکن آپ کے بعد اس سرزمین برہانپور پر سلسلۂ مجددیہ کا پرچم دوبارہ آپ کے خلیفہ و مجاز شیخ المشائخ نور العارفین حضرت صوفی نور الہدیٰ صاحب دامت برکاتہم مالیگاؤں کے دستِ مبارک سے لہرایا اور آج آپ کے مریدین کی خاطر خواہ تعداد اہل سرور میں راہ سلوک پر گامزن ہے اور شہر کے مشہور و معروف شخصیت ڈاکٹر شیخ محبوب صاحب حضرت نور العارفین مدظلہٗ کے خلیفہ اور اجازت یافتہ ہیں اور سلسلے کی

اشاعت میں دل و جان سے منہمک ہیں انشاءاللہ آپکی ذاتِ گرامی سے تشنگانِ روحانیت کو تسکین قلبی میسر ہوگی ۔

۱ آپکے خوارق و کرامات بے شمار ہیں تبرکاً چند کا تذکرہ کیا جارہا ہے ۱۲۷۲ھ میں سیلاب آیا جس کی وجہ سے مزار شریف منہدم ہونے کا خطرہ پیدا ہوگیا اس لئے خود خواجہ صاحب نے عالم خواب میں شہر برہانپور کے ایک بزرگ محمد طاہر صاحب کو مزار شریف دوسری جگہ منتقل کرنے کی ہدایت کی حسب ارشاد آپ کے جسم اطہر کو موجودہ مقام پر دفنایا گیا۔ جب مزار کھولا گیا تو آپ کا جسم اطہر بالکل صحیح سالم اور بہت معطر تھا حالانکہ آپ کی وفات کو اس وقت ۲۲۷ سال ہوچکے تھے یہ اس ستمنی دور کا معمولی واقعہ نہیں ہے بلکہ مظہر عجائبات خداوندی ہے نیز اللہ لطیف و خبیر کی جانب سے حضرت سید ہاشم کشمیؒ کو بخشا گیا اعزاز ہے ۔

۲ کوئی لڑکا کیسا ہی غبی اور کند ذہن ہو آپ کے مزار مبارک کی تھوڑی سی مٹی پانی میں گھول کر اسکو پلا دی جائے تو وہ ذہین ہوتا ہے ۔

۳ اگر کسی کو سانپ نے کاٹا ہو اور شفا کیلئے آپ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوکر عرض کی جائے تو بفضل خدا اسکو صحت ہوجاتی ہے ۔

۴ آپ کا ایک مرید بیان کرتا تھا کہ میں نے ایک مرتبہ نذر مانی کہ اگر میرا گھوڑا فروخت ہوجائے تو اتنی نذر اپنے پیر خواجہ سید ہاشمؒ کی خدمت میں نذر کروں گا۔ چنانچہ میرا گھوڑا فروخت ہوگیا اور نذر کے پورا کرنے میں دو تین روز کی تاخیر ہوئی ایک روز میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسوقت میرے پاس روپئے تھے۔ حضرت نے خود فرمایا کہ آج تمہاری تھیلی کی رقم میں ہماری بھی شرکت ہے کیوں ادا نہیں کرتے۔ آپ کے اس کلام کو سنکر میرا حال

دگرگوں ہوگیا اور فوراً آپ کی نذر ادا کی۔ (ماخوذ از جواہر ہاشمیہ)

حضرت پاک لطیف شاہ قدس سرہٗ

آپ حضرت شاہ برہان الدین راز الٰہی کے ممتاز خلفاء میں سے تھے ہمیشہ عبادت الٰہی دریاضت و مجاہدات میں مستغرق رہتے اور خلق اللہ کی ہدایت اور فیض رسانی میں اوقات صرف کرتے۔

آپ صاحب کرامت ظاہرہ علامات باہرہ (روشن) میں علوم ظاہری و باطنی کے مجمع البحرین ہیں۔

محلہ راستی پورہ میں مزار مبارک ہے جس کے احاطہ میں نو شہیدوں کے مزارات ہیں۔

تاریخ وصال ۲۸ جمادی الاول ہے سن رحلت معلوم نہ ہوسکا غالباً گیارہویں صدی ہجری یا بارہویں صدی ہجری کے عشرۂ اول میں وصال ہوا۔

حضرت میر محمد نعمان نقشبندی قدس اللہ سرہٗ

آپ مجدد الف ثانیؒ سرہندی کے خلیفہ تھے آپکے والد بزرگوار کا نام شیخ شمس الدین ہے۔
آپکی ولادت باسعادت ۹۹۲ھ میں بمقام سمرقند ہوئی۔ آپکی تاریخ ولادت لفظ "شیخ جنید" سے برآمد ہوتی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ آپ اپنے زمانہ کے "جنید" اور "شبلی" تھے آپ ۹۹۲ھ

حضرت پاک لطیف شاہ قدس سرہ
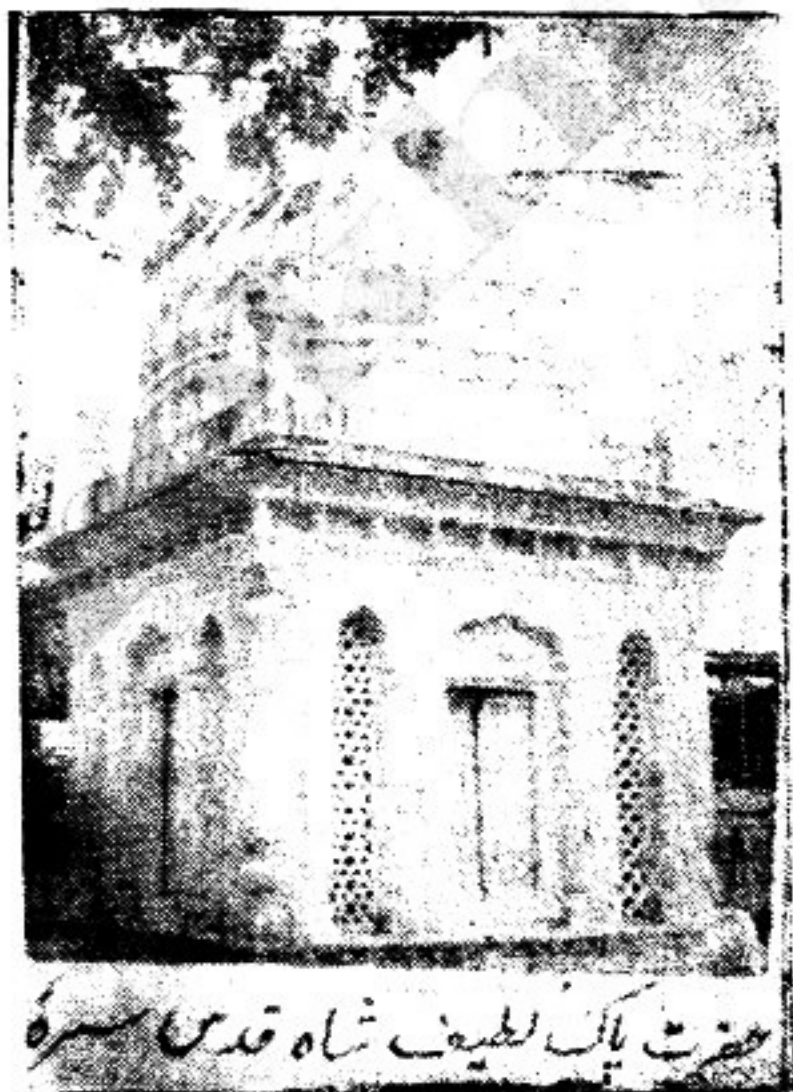
حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ العزیز سے سعادت دارین حاصل کی اور ارشاد طریقہ ذکر و مراقبہ نقشبندیہ سے مشرف ہوئے۔

میر محمد نعمان آخری عمر میں اپنے پیر و مرشد کے حسب ارشاد حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت سے مشرف ہوئے۔ حضرت مجدد صاحب کی نظر عنایت نے آپکو فیوضات و کمالات باطنی کے خزانۂ عظیم اور جواہرات بے بہا عطا کئے۔ طالبان حق کی ہدایت کیلئے آپ کو برہان پور روانہ کیا۔ یہ ۱۰۱۶ھ کا واقعہ ہے۔

خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ زبدۃ المقامات میں لکھتے ہیں کہ میر نعمان دو مرتبہ برہان پور آئے۔ اس وقت حضرت شیخ فضل اللہ نائب رسول اللہ اور حضرت شیخ علی جند اللہ جیسے زبردست بزرگ بقید حیات تھے اس لئے آپ واپس چلے گئے۔

ان دونوں حضرات کے انتقال کے بعد تیسری بار جب آپ تشریف لائے تو برہان پور کے خاص و عام آپکے معتقد مرید و خادم ہوئے۔

آپ کو خواب میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی آپکے ہمراہ خلفاء راشدین بھی موجود تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا جو کوئی شیخ احمد کا مقبول ہے وہ ہمارا مقبول ہے۔

"زبدۃ المقامات" میں حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ نے ان کا حال تفصیل سے لکھا ہے۔

کرامات:۔ ایک روز درویشوں اور صف کیشوں کی ایک جماعت کے ساتھ

آپ اپنے ایک مخلص کے یہاں مدعو تھے ۔ آپ نے دعوت دینے والے کو بلا کر افراط سے روکنے اور کھانے میں مشتبہ سے بچنے کی بہت تاکید کی۔ اس نے بھی حتی الامکان احتیاط کی لیکن چونکہ جماعت کثیر تھی اس لئے اس نے بہت سی بکریاں ذبح کروائیں ناگاہ قدرت الٰہی سے ان میں سے ایک بکری میں بے شمار کیڑے پڑ گئے اور تھوڑی دیر میں گوشت سے ہڈی تک پہنچ گئے وہ حضرت کے پاس لائی گئی تو وہاں ایک شور مچ گیا آپ نے فرمایا میں نے اسی لئے احتیاط کی تاکید کی تھی یہ بکری حلال کی نہیں تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کیڑوں کو ہمارے لئے بطور علامت ظاہر فرما دیا۔ آپ لوگ اس کی تحقیق کریں۔ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ دعوت دینے والے کے ایک دوست نے جو وہاں کا عامل تھا اس بکری کو ظلم سے حاصل کیا تھا اور اُسے بطور تحفہ دے دیا تھا اور دعوت دینے والے کو اس کی خبر نہ تھی

آپ فرماتے تھے کہ ایک رات میں جامع مسجد برہان پور کے صفّہ سے جو ایک قدآدم اونچا تھا زمین پر گر پڑا۔ چنانچہ میرے ہاتھ میں بہت چوٹ آئی لیکن گرنے کے ساتھ ہی ایک مقام (سلوک) جسکی مجھے آرزو تھی حاصل ہو گیا اور میں اس چوٹ لگنے سے بہت خوش ہوا اور اس نعمت کے حصول کے شکرانے میں حلوا پکوا کر تقسیم کیا میرا اعتقاد تھا کہ جو شخص وہ حلوا کھائے گا جنت میں داخل ہو گا ۔

عبدالرحیم خان خاناں جو تیس برس برہانپور میں رہا آپ کا بے حد معتقد تھا لیکن آپ نے اُسکے نذرانے کبھی قبول نہ کئے۔ آخر اُس نے ایک دن آپ سے التجا کی کہ میں کار خیر میں کچھ خرچ کرنا چاہتا ہوں مجھے مشورہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا فاروقی سلطنت ختم ہو جانے سے جامع مسجد برہان پور کا جو بیرونی حصّہ نامکمل رہ گیا ہے اس کی تکمیل کر دو۔ خان خاناں نے آپ کی نگرانی اور مشورہ سے احاطۂ جامع مسجد مشرق

اور جنوبی دروازہ اور تینوں جانب پختہ اور وسیع حجرے اور سنگ خارا کے دو وسیع حوض تعمیر کروائے جو آج بھی موجود اور مستعمل ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعریف کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ میں کئی ایسے حضرات کو جانتا ہوں جو حضرت کی صحبت کی برکت سے قطب کے درجے کو پہنچ چکے ہیں۔

آپ نے فرمایا ہے کہ جب میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں تھا انہوں نے تمام مریدوں کو تاکید کی کہ "حضرت مجدد کی خدمت میں جاؤ اور جس طرح وہ ذکر بتائیں ویسا ہی کرو ان کی موجودگی میں میری تعظیم ذکرو بلکہ اپنی توجہ بھی میری طرف نہ رکھو مجھے بھی انہوں نے حضرت مجددؒ کی صحبت کی ترغیب فرمائی لیکن انہوں نے بجانپ لیا کہ مجھے انکار ہے تو فرمایا۔

"میاں شیخ احمدؒ ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے انکی روشنی میں گم ہیں اور بڑے بڑے اولیاء متقدمین میں بھی ان جیسے بہت کم ہیں"

جب اسیر گڑھ پر اکبر کا تسلط ہوا تو اس نے یہاں کے اکثر مشائخ و صوفیا پر سلاطین فاروقیہ کی حمایت کا الزام لگا کر قید و بند میں ڈال دیا اور متعدد مشائخ و صوفیائے کرام کو آگرہ لے جا کر نظر بند کر دیا۔ حضرت میر نعمان نقشبندی کی وفات ۱۸ صفر سنہ ۱۰۶۱ھ میں شہر آگرہ میں ہوئی ہے جہاں آپ کا مزار مبارک موجود ہے۔

حضرت شاہ نور رمز الٰہی قدس سرہٗ

آپ حضرت برہان الدین راز الٰہی کے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ شطاری تھا آپ نے اپنے پیر مرشد سے مقام منصور حلاج کی درخواست کی تھی۔

کہتے ہیں کہ جب آپ نے اذان کہی تو اسمیں "برہان اللہ اکبر" کہا۔ اگرچہ برہان اللہ اکبر کے معنی دلیل اللہ بزرگ کے ہیں جیسا کہ اکیسویں پارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ولذکر اللہ اکبر" اللہ کا ذکر افضل ہے اور اس کی ذات سب سے عظیم و بالا تر ہے۔

اسوقت علماء کرام نے "برہان" مراد ان کے مرشد کا نام یقین کر لیا اور حد شرعی قائم کر کے گردن زدنی کا حکم جاری کر دیا۔ اور سزائے موت مقرر کر دی۔ یہ واقعہ غالباً ۱۰۰۱ھ کے قریب گذرا ہے آپ کا مزار مبارک محلہ اتوارہ میں نواب ابو الخیر خاں عرف خیر خاں کی ڈیوڑھی کے قریب لب سڑک واقع ہے آپ کا عرس ۲۰ رجب کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت ملک حسین بنبانی رح

نام و نسب: آپ کا نام ملک حسین ہے لیکن آپ بنبان واقع سندھ (پاکستان) کے رہنے والے تھے اس لئے ملک حسین بنبانی کے نام سے مشہور ہوئے۔

بیعت و خلافت: تعلیم سے فارغ ہونیکے بعد آپ نے حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں رہ کر علوم باطنی حاصل کیا اور خرقہ خلافت سے ممتاز ہوئے آپ کا سلسلہ شطاری تھا۔

آپ کی ولادت کس مقام پر ہوئی اس کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔

فیض رسانی: آپ کی توحید و تجرید کا بہت شہرہ تھا۔ آپ کے مدرسہ میں ہمیشہ طالبانِ حق کا دن رات ہجوم رہتا اور معرفت الٰہی کے شیدا اور طلباء کثیر تعداد میں حاضر ہو کر فیض پاتے تھے آپ کی فیض رسانی سے سیکڑوں طالبین درجۂ کمال کو پہنچے۔

کشف و کرامات: آپ صاحبِ کشف و کرامات تھے آپ سے کئی خرقِ عادات ظاہر ہوئیں حضرت شاہ برہان الدین رازالٰہی آپ کے بزرگ مریدوں میں سے تھے۔

عادات و اخلاق: آپ نہایت پرہیزگار، عبادت گذار اور عارف باللہ تھے صاحبِ علم و فضل تھے اور طلباء کے درس میں ہمیشہ مشغول رہتے۔

ارشادات: آپ فرماتے تھے کہ کرامت کا ظاہر کرنا جائز نہیں لیکن اس حد تک روا رکھا ہے کہ طالب کی آنکھ میں اتنی مقدار میں سرمہ لگانا چاہئے کہ اُس کا دیدہ بصیرت نورِ حق سے جلا پائے۔

وفات: آپ کا انتقال ۲ رجب کو ہوا۔ اور غالباً گیارھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوا۔

مزار شریف: آپ کا مزار شریف شہر برہان پور میں منڈی چوراہہ کے قریب جنوبی رُخ پر واقع ہے۔ مزار کے سامنے سڑک کے دوسری جانب مسجد عبدالرحیم خانخاناں واقع ہے اس مزار پر گنبد تھا جو آج سے ۴۰ سال قبل گر گیا۔ اس مزار کی اب از سر نو تعمیر ہوئی ہے

نوٹ: مندرجہ بالا معلومات از "تاریخ الاولیاء" مرتبہ جناب بشیر محمد خاں صاحب ایڈوکیٹ مرحوم سے اخذ کیا گیا۔ (غیر مطبوعہ)

حضرت سید حسن عطاء الکرسی (عطاء العسکری)

نام ونسب : آپ کا نام سید حسن لقب عطاء العسکری ہے مگر آپ عطاء الکرسی کے نام سے مشہور ہیں عام لوگ غلطی سے آیۃ الکرسی کہتے ہیں جو عطاء الکرسی سے بگڑ کر آیۃ الکرسی کہا جانے لگا۔ آپ سادات حسینی ہیں ۔

برہانپور میں آمد وسکونت : زبانی روایت ہے کہ آپ اپنے بھائیوں کے ہمراہ حضرت پیر بنا کے ساتھ برہان پور آئے تھے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ نے کس سے بیعت حاصل کی علم نہ ہو سکا مگر آپ کا سلسلہ چشتیہ ہے ۔

عادات واخلاق : آپ عارف باللہ اور صاحب کشف وکرامات تھے نہایت پرہیزگار اور عبادت گذار تھے سیکڑوں لوگوں کو آپکی ذات بابرکات سے فیض پہونچا ۔

وفات : آپ کا انتقال دسویں صدی ہجری کے آخر میں ہونا معلوم ہوتا ہے عرس ۹ ربیع الآخر کو ہوتا ہے آپؒ کا مزار تحصیل کچہری کی شمالی دیوار کے باہر لب سڑک واقع ہے۔ قریب ان کے برادر سید نظام الدین شاہؒ کا مزار ہے یہ بھی صاحب کشف وکرامت تھے اور ان کا سلسلہ بھی چشتیہ ہے ۔

حضرت شاہ چمن رحمۃ اللہ علیہ

آپ عام طور سے شاہ چمن کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر مولانا نورالدین بہاری نے کشف القبور کر کے آپ کا نام معلوم کیا تو عبدالرحمن معلوم ہوا واللہ اعلم۔ آپ کا سلسلہ چشتیہ تھا مگر نعمت شطاریہ سے بھی فیضیاب تھے ۔

آپ عارف باللہ اور صاحب کشف و کرامت تھے

برہان پور میں آمد و مستقل سکونت: منقول ہے کہ آپ ایک قافلہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے برادر بھی تھے۔ دوران سفر میں کافروں سے جنگ ہوئی اور آپ سخت زخمی ہو گئے برہان پور پہنچنے کے بعد یہیں سکونت اختیار کی۔

انتقال: آپ کا انتقال شہر برہان پور میں ہوا۔ آپ کا مزار سنوارہ روڈ کے چوراہے سے متصل جو استمبھ سے چند فاصلہ پر واقع ہے پہلے یہاں ایک پرانی املی کا درخت تھا جو شاہ چمن املی کے نام سے مشہور ہے آپ کا عرس ۱۹ ذی قعدہ کو ہوتا ہے۔

حضرت فنا شاہؒ و حضرت بھیا شاہؒ

یہ دونوں بزرگ حضرت شاہ چمنؒ کے مرید تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے منقول ہے کہ ان کو دستِ غیب حاصل تھا۔ روزانہ بستر کے نیچے سے ایک روپیہ بر آمد ہوتا تھا جو روزانہ خرچ کے لئے کافی ہوتا تھا۔

مزار: ان دونوں حضرات کا مزار خانقاہ وارڈ میں سنوارہ سڑک کے کنارے جنوبی رخ پر ہے۔ ان کا جو تکیہ تھا وہاں اب عمارت تعمیر کی گئی ہے اور دینی مدرسہ قائم ہے۔

حضرت سیّد بڑے صاحب عرف پتھر پیر صاحب

نام و نسب : آپ کا نام سیّد بڑے صاحب ہے۔ آپ سید بھیکا ابن میر جلال الدین حسینؒ کے فرزند ہیں۔ مزار کے قریب گول پتھر رکھے ہیں اس لئے پتھر پیر کے نام سے مشہور رہے ہیں۔

آپ سادات صحیح النسب سے ہیں۔ آپ حافظ قرآن تھے اور حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ آپ شیخ محمد ابن فضل اللہ "نائب رسول اللہؐ" کے ہمعصر تھے آپ صاحب کشف و کرامات ہیں آپ پر بھی اکثر حالتِ جذب طاری ہو جاتی ہے۔

آپ کا انتقال کب ہوا یہ صدی ہجری کے آخر میں معلوم ہوتا ہے۔

آپ کا مزار "دانی آنگن" قبرستان کے کنارے جنوبی رخ پر واقع ہے۔

کرامت : آپ کے مزار پر ایک گول پتھر رکھا ہوا ہے۔ زائرین اس پتھر پر ہتھیلی رکھتے ہیں اور صدق دل اور بہت کامل اعتقاد سے اپنا مقصد ظاہر کرتے ہیں اگر مقصد بر آوری قدرت کو منظور ہے تو وہ پتھر گردش کرنے لگتا ہے۔ ورنہ بصورت دیگر جنبش نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم!

آپ کے مزارِ مبارک پر یہ کتبہ نصب کیا ہوا ہے۔

شاہ عالمگیر صدر الصدور زادہ عابد خاں ... بموجب سند موازی صد بیگھہ زمین از موضع دیوری معمولہ پرگنہ زینپور مضاف بصوبہ خاندیش در وجہ معاش ... باولاد ... بیگ از خویشان میر جلال الدین حسین ... مرحوم ... قدیم ... سنہ ... از جلوس ...

حضرت مولانا سید شاہ علی اکبر قدس سرہٗ

آپ سید علی صاحب قدس اللہ کے خلف رشید ہیں۔ آپ جب سن شعور کو پہنچے تو آپنے کمالات علمی اور عملی کسبی و وہبی و موروثی حاصل کر لئے تھے۔

آپ نے حضرت سید دوست محمد خلیفہ حاجی یار محمد صاحب ثانی قدس سرہم سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔

آپ ہر سال پشاور سے خشکی کے راستے حرمین شریف پہنچکر حج و زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ بعد ازاں ہندوستان میں تشریف فرماکر برہان پور کی سرزمین پر رونق افروز تھے

آپ نے برہانپور ہی میں ایک سوداگر کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اُن منکوحہ کے بطن سے پہلے شوہر کے فرزند شاہ عنایت اللہ ثالث پشاوری تھے بعد ازاں حضرت نے ان کو اپنا خلیفہ خاص مقرر کیا تھا۔

پھر حسب معمول آپ پشاور چلے گئے اور حسب دستور حرمین شریف کو روانہ ہوئے جب آپ واپس لوٹے تو اس وقت برہان پور میں نواب ناصر جنگ شہید کی حکمرانی تھی۔ نواب ناصر جنگ نے آپ کا استقبال گرمجوشی سے کیا اور حضرت سے شرف بیعت کی التجا کی مگر حضرت نے صاف انکار کر دیا لیکن جب نواب نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو آپ انکار نہ کر سکے اور اس طرح نواب صاحب کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس خوشی میں نواب شہید نے برہان پور میں شیرینی تقسیم کی اور حضرت سے ہمیشہ کیلئے برہان پور میں قیام فرمانے کی استدعا کی۔

لہذا آپ پشاور جاکر اپنے متعلقین اور اپنے برادر شاہ غلام محمد صاحب اور امام

شاہ صاحب کو ہمراہ لے کر برہانپور کی جانب روانہ ہوئے لیکن روتا گڑھ پہونچکر بتاریخ ۱۰ ربیع الاول کو حضرت سید شاہ علی اکبر صاحب اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے خلفاء و مریدین بے شمار ہیں اور یہی وجہ تھی کہ ہر سفر میں دو تین سو مریدین ہم سفر رہتے تھے۔ دورانِ سفر جب یہ حادثہ پیش آیا تو سب نے ارادہ کیا نعش مبارک کو صندوق میں رکھکر مدینہ منورہ لیجا کر دفن کیا جائے۔ جب یہ قافلہ برہان پور پہنچا تو نواب شہید نے حضرت اور ان کے متعلقین کی سکونت کیلئے مکانات نذر کر دیئے۔ نواب شہید بضد ہوئے کہ حضرت موصوف کو برہان پور ہی میں دفن کیا جائے۔

لہٰذا حضرت کی نعش مبارک کو مسجد خالقہ میں جہاں ایک چبوترہ اور برگد کا درخت اور خشک حوض بھی تھا دفن کیا مگر اب وہ چبوترہ اور برگد کا پیڑ نہیں رہا۔

اس حوض میں پانی لانے کیلئے کئی تدابیر کی گئیں تھیں مگر نہر میں پانی نہ آتا تھا حضرت کی ذاتِ مبارک کے دفن ہونے کے بعد خود بخود نل سے حوض میں پانی آنے لگا اور حوض پانی سے لبریز ہو گیا۔

نواب شہید نے سید نور اللہ صاحب اور سید عبد اللہ صاحب وغیرہ فرزندان اور متعلقین اور حضرت شاہ غلام محمد صاحب کو شاہ پور اور سیر پور وغیرہ جاگیر کے طور پر نذر کئے جن سے ایک لاکھ روپیہ کی سالانہ جاگیر حاصل ہوتی تھی۔

نواب شہید کے بعد جب برہان پور میں مرہٹی عملداری قائم ہوئی تو مرہٹوں نے تعصب کی بنا پر سب جاگیریں ضبط کرلیں۔

حضرت عنایت اللہ ٹاٹ پوش رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ اکبر قدس سرہ کے فرزند متبنی اور خلیفہ نائب تھے آپ بڑے فیاض اور سخی دل تھے ہزاروں روپیہ لے کر مستحقین اور فقراء کو تقسیم کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ ناروجی صوبیدار گوالیار سے آیا تھا جس نے لوگوں سے جبراً روپیہ وصول کرنا شروع کیا لوگوں نے حضرت سے عرض کی کہ اس ظالم کی ایذا رسانی سے ہمیں نجات دلوایئے۔ حضرت اُس کی کچہری میں پہنچے اور وہاں نعرہ "اللہ اکبر" بلند آواز سے مارا تمام مکان میں زلزلہ سا پیدا ہو گیا اور وہ ظالم بھی لرزہ براندام ہو گیا اور بدحواسی میں اس کا پیشاب خطا ہو گیا۔ حضرت نے اس سے فرمایا اگر غریبوں پر ظلم کرے گا تو اللہ کے روبرو سزا پائے گا اس ظالم نے معذرت چاہی اور بڑے احترام کے ساتھ آپ کی خدمت اقدس میں ہزاروں روپئے نذر کئے آپ نے وہ ساری رقم فقراء اور مستحقین میں تقسیم کر دی اس ظالم کے دل پر آپ کا رعب غالب ہوا اور وہ برہان پور سے فی الفور واپس چلا گیا۔

ایک وقت میر نظام علی خاں بہادر غفران کو پونہ کے راجہ سے مقابلہ درپیش آیا تو نواب صاحب نے حضرت شاہ علی اکبر قدس سرہٗ کی خدمت میں عرضی پیش کی کہ اگر آپ تشریف فرما ہوں تو لشکر اسلام کو فتح نصیب ہو آپ نے حضرت شاہ عنایت اللہ صاحب کو روانہ کیا۔ اوّل شاہ صاحب راجہ کے لشکر میں پہونچے راجہ نے آپ کی خدمت میں ہزاروں نقد و جنس پیش کئے اور فتح یابی کیلئے استدعا کی شاہ صاحب نے اس کا نذرانہ قبول نہ فرمایا اور ارشاد

فرمایا کہ یہ جنگ کا ارادہ نامناسب ہے۔ اسمیں آپ کا نقصان ہے۔ لہذا آپ واپس لوٹ جائیں راجہ نے حضرت کے ارشاد پر عمل نہ کیا۔ بعدازاں حضرت شاہ صاحب نواب غفران کے لشکر گاہ میں رونق افروز ہوئے اور نواب ممدوح سے فرمایا آپ خاطر جمع رکھیں انشاءاللہ فتحیابی آپ کو حاصل ہوگی۔ آخر کار شاہ صاحب کی دعاؤں سے وہ راجہ دو ساعت کے اندر ہی بھاگ کھڑا ہوا اور لشکر اسلام کو فتح یابی نصیب ہوئی اس طرح نواب ممدوح کو شاہ صاحب سے زیادہ اعتقاد ہوا۔

آپ کا وصال ۱۲ رشوال ۱۲۱۸ھ کو برہان پور میں ہوا اور آپ کا مزار مبارک مسجد خانقاہ برہان پور کے صحن میں سید اکبر علی صاحب کے مزار کے پاس ہے۔

آپ ہمیشہ ٹاٹ کا لباس زیب تن کرتے تھے اس لئے آپ شاہ عنایت اللہ عرف ٹاٹ پوش کے نام سے مشہور ہیں۔

حضرت مولانا مولوی سید جلال الدین المعروف اللہ والے صاحب علیہ الرحمۃ

آپ حضرت مولوی سید نقی شاہ صاحب کے خلف اکبر تھے۔ آپکی ولادت باسعادت برہانپور میں ہوئی حضرت شاہ علی اکبر صاحب آپ کے نانا تھے۔

آپکی ہمشیرہ صاحبہ عالمہ و فاضلہ تھیں اور مجلس وعظ میں وعظ فرماتی تھیں۔

ابتداء میں آپ نے اپنے والد ماجد اور ہمشیرہ صاحبہ سے تحصیل علوم کیا بعدازاں حرمین شریفین میں چند سال رہ کر علم حدیث شریف وغیرہ کی سند حاصل کی۔

طریقہ عالیہ قادریہ میں والد ماجد سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

آپ کی ذات بابرکات سے ہزار ہا لوگوں کو روحانی فیض پہنچا کیونکہ آپ عالم باعمل تھے آپ کی گفتگو اتنی شیریں اور ایسی اثر انگیز ہوتی کہ لوگ دل و جان سے فریفتہ ہوجاتے آپ کی مجالس وعظ میں بھی ہزاروں لوگ شرکت فرماتے تھے اور اتنے متاثر ہوتے کہ اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتے۔

آپ نے شہر حیدرآباد میں بھی چند سال رہ کر خاص و عام کو اپنے وعظ کے ذریعہ ہدایت کی۔ وعظ اور نصائح میں کسی کی مروّت نہ کرتے تھے۔ ناصر الدولہ غفران منزل آصف جاہ رابع بھی بکمال اعزاز و اکرام حضرت کی ملاقات سے محظوظ ہوتے تھے کیونکہ انھیں عالم رویا میں حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوا تھا کہ وہ حضرت موصوف سے ملاقات کریں۔

شہر ٹونک میں امیر خان اور شہر جاورہ میں نواب غوث محمد خاں اور وہاں کے رؤسا اور امراء اور اکابر حضرت کے معتقد اور مرید ہوئے جب حضرت موصوف حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ سے ملاقات کیلئے احمد آباد پہونچے خواجہ صاحب نے باعزاز و اکرام مہمان نوازی کی۔ وہاں سے آپ خواجہ معین الدین چشتی کی کے روضہ کی زیارت کیلئے اجمیر روانہ ہوئے۔ وہاں پہونچکر آپ نے وعظ میں امر معروف، ممنوعات زیارت قبور کے بیان کئے آپ کے ان بیانات سے وہاں کے مجاور سخت ناراض ہوکر آپکے قتل کے درپے ہوئے آپ نے شب جمعہ کو حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آنحضرت صلعم نے ایک دعا پڑھنے کا اشارہ دیا۔ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالی نے ان لوگوں کے شر سے محفوظ کر دیا۔

ایک مرتبہ آپکے ایک مرید سردار محمد خان کو کسی انگریز کے قتل کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا اور اسی الزام میں انھیں پھانسی کی سزا دینے کا حکم ہوا۔ حضرت نے خواب میں ان صاحب کو ایک دعا تعلیم کی۔ جس کی برکت سے سردار محمد جرم سے بری کر دیئے گئے۔ یہی نہیں حاکم وقت نے انھیں سات سو روپیہ ماہوار مشاہرہ اور ایک تلوار انعام میں دینے کے ساتھ خطاب "خان بہادری" عطا کیا۔

حضرت موصوف کے واقعاتِ کرامات بے شمار ہیں مگر طوالت کی وجہ سے معرض تحریر میں نہ لائے جا سکے۔

آپ نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جیسے "رسالہ ضروریات المبتدی" بیان افراد، مزار العباد، رسالہ سنن ابراہیم علیہ السلام، رسالہ زیارت القبور، انصاف نامہ، ومذہب شیعہ ین ومنافع المسلمین فقدیں، رسالہ حرف عربی ورسالہ حرف فارسی وغیرہ بے شمار تصانیف ہیں۔

آپ کے فرزند ارجمند عبید اللہ صاحب بھی بڑے زبردست عالم تھے ان کی تحریر کردہ "التیسیر فی مہمات التفسیر" کو ہندوستان میں لکھی ہوئی بہترین تفسیر مانا گیا تھا اس کے مطالعہ سے مصنف مرحوم کی وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کا مایۂ نازعلمی کارنامہ ناقابل فراموش ہے۔

آپ کے کتب خانے میں کتب نایاب علم دین کا خزانہ لاقیمت تھا۔ قلمی نسخے جو کہ بہت خوشخط تھے آپکے کتب خانے میں موجود تھے آپ کے ان کتب خانوں میں حرمین شریفین اور دور دراز ممالک سے کتابیں منگوا کر جمع کی گئیں تھیں۔

آپ کی عمر شریف نوّے سال سے زائد تھی۔ پانچ شوال بروز جمعہ ۱۲۷۳ھ بعارضہ مرض نخاع داخل رحمت الٰہی ہوئے اور صحن مسجد خانقاہ برہان پور میں حضرت شاہ علی اکبر صاحب کے مزار مبارک کے قریب میں مدفون ہوئے۔

مولوی میر شمس الدین صاحب نے قطعۂ تاریخ وفات کہی ہے۔

بروز جمعہ وہم پنجم شوال ازیں عالم
سوئے جنت روانہ شد جلال الدین حق آئین
سر افسوس کردم قطع و تاریخش رقم کردم
یقیناً بود از خاصان حق سید جلال الدین

۱۲۷۳ھ

حضرت کالو شاہ عرف کالے شاہ پیر

شہر برہان پور سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر شاہ پور روڈ کے مشرقی رخ پر ایک بلند مقام پر کالو شاہ عرف کالے شاہ پیر کا مزار ہے اس مزار سے تھوڑے فاصلہ پر موہنا ندی اور راج ملی کا ٹیلا ہے۔ آپ راج ملی میں رہتے تھے۔ راج ملی اور اسکے اطراف کی زمین بادشاہ وقت نے آپکو بطور جاگیر عطا کی تھی۔

آپ صوم وصلوٰۃ کے بہت پابند تھے اور صاحب کشف وکرامات تھے۔ آپکا انتقال مرہٹہ دور میں ہوا۔ آپکا عرس ہر سال ماہ شعبان میں ہوتا ہے سیکڑوں لوگ اسمیں شرکت کرتے ہیں۔

آپکے مزار کے قریب ہی آپ کے مرید بانکے شاہ کا مزار ہے۔

حضرت سید گالو شاہ میاں رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید شاہ حسین خدانما رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب : سید حسین نام اور خدا نما لقب ہے آپ کے والد کا نام معلوم نہ ہوسکا نسباً آپ سید السادات ہیں ۔

بیعت وخلافت : آپ مرید و خلیفہ شاہ امان اللہ برہانپوری کے ہیں جو کہ حضرت سید ابراہیم بھکری برہان پوری کے خلیفہ تھے اس طرح آپ کا سلسلہ قادریہ ہے ۔

رشد وہدایت : آپ دن رات بندگانِ خدا کی راہ نمائی میں مشغول رہتے لوگوں کو فیض رسانی میں کوشاں رہتے ۔ آپ کی گفتگو نہایت دل نشیں اور مؤثر ہوتی جو کوئی آپ کی صحبت میں آکر بیٹھتا اس کا دل محبت دنیا سے سرد اور خدا طلبی میں گرم ہو جاتا تھا ۔ اسی باعث آپ "خدا نما" کے لقب سے مشہور ہوئے ۔ سیکڑوں لوگ آپ کے فیوضاتِ باطنی سے بہرہ ور ہوئے ۔

عادات واخلاق : آپ اکابر صوفیا اور مشاہیر مشائخین میں سے تھے جامع علوم ظاہری وباطنی اور صاحب کشف وکرامات تھے پرہیزگار اور عبادت گذار تھے دائم وضو اور قائم نماز آپ کا طریقہ تھا ۔

وفات : آپکی وفات بتاریخ ۱۶ ؍ رمضان المبارک ۹۱۵ھ میں برہانپور میں ہوئی ۔ اور وہیں مدفون ہوئے ۔ آپ کا مزار شہر برہانپور کے محلہ جینیلی کنواں حسین شاہ کے تکیہ میں جو آپ کے نام سے مشہور ہے واقع ہے ۔

حضرت شیخ احمد چشتی قدس سرہٗ

آپؒ اپنے والد ماجد شیخ حاجی ابن شمس الدین سے بیعت تھے اور آپ ہی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی بیعت کے وقت سیکڑوں امراء و فقراء شریک تھے آپ کے خلیفۂ بزرگ شاہ جلال ابن حضرت شاہ نظام الدین ابن حضرت شاہ نعمان اسیری تھے۔ دس واسطوں سے آپ کا سلسلہ مبارک حضرت مرشد الانام شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے جا ملتا ہے۔ آپ درویش کامل مرشد فاضل تھے ہمیشہ ذکر و اشغال ریاضت و مجاہدات میں مشغول رہتے۔ آپ شہر مانڈو سے میراں مبارک خاں کے زمانے میں شہر برہان پور میں قدم رنجہ فرماکر اسے رونق بخشی۔ بادشاہِ وقت نے مدد کے طور پر وظیفہ مقرر کر دیا لیکن آپ نے اُسے قبول نہیں کیا۔ آپؒ نے خود سپاہی کی نوکری قبول کرلی ہمیشہ لباس سپاہیانہ زیب تن کئے رہتے تھے۔

ایک روز شہر مانڈو میں کسی بزرگ کا عرس تھا وہاں صوفیوں کی جماعت تشریف فرما تھی اس محفل سماع میں آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی ایک شخص نے آپکی یہ کیفیت دیکھکر آپ کا تمسخر اڑایا آپؒ نے جذبۂ کیفیت میں اس کے منہ پر مارا یکایک آپ کی انگلیوں سے چنگاریاں نکلی جس سے اس بے ادب اور گستاخ کی داڑھی جلنے لگی یہ منظر دیکھکر لوگوں کے دلوں میں ہیبت طاری ہوگئی۔ آپ اس مجلس سے اٹھکر اپنے والد ماجد کے روضہ متبرکہ میں آگئے اور وہاں کے چراغدانوں کو سرنگوں کر کے برہانپور روانہ ہو گئے جس کا منشا یہ تھا کہ اب اس شہر سے ہدایت کا چراغ گل ہو گیا۔ اس وقت یہاں میران مبارک شاہ فاروقی ۹۴۲ – ۹۷۲ھ برسرحکومت تھا۔

جب تک آپ زندہ رہے ظاہر لباس سپاہانہ اور باطن بصلاح درویشانہ رہے
وفات آپکی روز پنجشنبہ اٹھارہویں رمضان المبارک ۹۶۵ھ واقع ہوئی۔
آپ کے خلفاء اور مریدین کثیر تعداد میں تھے مگر شاہ جلال ابن شاہ نظام الدینؒ
کو خرقہ خلافت عنایت کیا تھا۔ مزار مبارک برہانپور میں زیارتگاہ خلائق ہے۔

حضرت شیخ جلال قدس سرہ

آپ حضرت شاہ نظام الدین چشتی ابن شاہ لقمان آسیریؒ کے فرزند رشید
ہیں خرقہ خلافت اور فرمانِ اجازت والد بزرگوار سے ہی حاصل کئے۔
آپ مراتب فضائل علوم دین و حقائق و تصوف کے جامع تھے۔
ایک مرتبہ کوئی مسافر مکہ معظمہ سے حاضر خدمت ہوا آپ کو تندرست و توانا دیکھکر
تمسخرانہ انداز میں کچھ گفتگو کی۔
آپ نے یہ شعر پڑھا ؂

مرد جاہل جاہ گیتی را لقب "دولت" نہند ٭ ہمچناں کاماس بند طفل را ندفہی ست

اس کے جواب میں اس نے کہا مردہ کے بدن سے خون نہیں۔ شیخ جلالؒ نے قلمدان
سے چاقو نکالا اور بند دست کے اوپر ایسا مارا کہ چاقو دوسری طرف نکل آیا اور
ایک قطرہ بھی خون کا نہیں نکلا۔ وہ مسافر یہ دیکھکر حیرت زدہ رہ گیا اور اپنی
گستاخی پر شرمسار ہوا۔ توبہ کی اور شیخ صاحب کا مرید ہوا۔
جب میراں محمد خاں برادر کلاں مبارک خاں فاروقی بادشاہ ہوئے

مبارک خاں قصبہ بیاول کے قلعہ میں قید تھے۔ وہاں سے نکال کر انھیں آسیر گڑھ کے قلعہ میں مقید کیا گیا۔ بعد ازاں مبارک خاں کو نابینا کر دینے کا ارادہ تھا۔ عبداللہ قدسی کی جماعت کو بھیج کر مبارک خاں کو برہان پور لانے کا حکم دیا گیا۔ جب یہ جماعت آسیر گڑھ سے نیچے اتری تو شام ہو چکی تھی اس لئے شیخ جلال الدینؒ کی خانقاہ میں رات بسر کیا۔ مبارک خاں نے حضرت کی خدمت میں حال زار اور التماس اور دعا کی درخواست کی۔ آپؒ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور فرمایا مبارک خاں خاطر جمع رکھو تم بادشاہ بننے والے ہو تمہیں کوئی قتل نہیں کر سکتا۔

علی الصبح عبداللہ قدسی مبارک خاں کو لے کر برہان پور پہنچے اور انھیں قلعہ میں قید کر کے پہرہ بٹھا دیا گیا۔ رات میں پچھلے پہر پہرہ دار سپاہی نے مبارک خاں سے کہا اس رات تین مرتبہ میری آنکھ جھپکی اور تینوں مرتبہ ایک بزرگ نے خواب میں آکر اشارہ کیا ان کے پیر کی زنجیر کاٹ دو اس نے قسم کھائی اور زنجیر کاٹ دی مبارک خاں آزاد ہوئے۔ محل میں آئے اور محمد خاں کے فرزند صغیر کو گرفتار کیا اور تخت سلطنت پر بیٹھا۔ اس طرح مبارک خاں نے [illegible] سے [illegible] تک ۲۲ سال حکومت کی۔

یوں تو آپؒ کی کرامتیں بے شمار ہیں طوالت کی وجہ سے اس کتاب میں درج کرنا مشکل ہے۔

ایک دن آپؒ نے بعد نماز صبح اپنے تمام خلفاء کو بلوایا اور اپنا

خاص تبرک عنایت کیا اور انھیں وعظ ونصیحت کلمات فرمائے اور انھیں رخصت کیا پھر آپ نے چادر منہ پر اوڑھی اور مالک حقیقی سے جاملے۔
وفات آپ کی غرہ ربیع الثانی ۱۰۸۱ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کے تمام خلفاء علم حقائق اور سلوک میں بے حد مشہور رہیں۔ شیخ ابوجیو فقیر، شیخ جمال محمد، ان کے خلیفہ و جانشین ہوئے۔ میاں شیخ ابوسعید ملا عاشق، شیخ معظم، شیخ خدر دین، سید علاؤالدین مشہور خلفاء ہیں
آپ کا مزار مبارک شاہ نعمان چشتی کے روضہ کے مشرق کی جانب ہے۔

حضرت شیخ عبد الحکیم قدس سرہ

آپ حضرت شاہ باجن چشتی کے فرزند ہیں۔ خرقۂ خلافت اور فرمانِ اجازت والد بزرگوار سے حاصل کی۔ قائم مقام سجادہ نشین ہو کر کثرتِ ریاضت اور عبادت و مجاہدات میں سب سے سبقت لے گئے اس کی وجہ سے آپ کے جسم میں ضعف آگیا تھا۔ لیکن مجلس سماع میں جس وقت محبت حقیقی کی آگ دل میں بھڑکتی تو ایسا جوش و خروش آتا کہ لوگ محو حیرت ہو جاتے۔
آپ صاحب شریعت اور مرشد طریقت تھے۔
آپ سے پوچھا گیا کہ وقتِ سماع اتنی قوت ایسے ضعف کی حالت میں کیسے آجاتی ہے تو آپ نے فرمایا سات برس کی عمر میں مجھے بیماری چیچک ہوئی تھی جس کی وجہ سے میں ناتواں ہو گیا تھا اور زندگی کا کوئی بھروسہ نہ تھا میری حالت مردہ

جیسے ہوگئی تھی۔ میرے والد بزرگوار نے ندا کی جناب میں میری شفایابی کی دعا کی۔ اور مجھے حضرت شاہ مسعود بکؒ کا خرقہ مبارک اوڑھا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے والد بزرگوار کی دعا اور اس خرقۂ مبارک کی برکت سے صحت یابی عنایت فرمائی۔ آپ کو اپنی جان میں میری قوت کا مشاہدہ کرتے ہوئے تو انہی بابرکات ارواح طیبات کا پرتو ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت شاہ بہاءالدین باجنؒ نے اپنی رحلت کے وقت خرقۂ مبارک حضرت مسعود بکؒ کا آپکو عنایت کیا اور یہ بشارت دی کہ جو کچھ فیض اور فضیلت انہیں اپنے پیر سے ملی تھیں آج عبدالحکیم کے حوالے کیں۔

حضرت عبدالحکیم کی ذات بابرکات سے سیکڑوں لوگوں کو ظاہری و باطنی فیض پہنچا۔

جس وقت آپکی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے شیخ احمد سے جو آپ کا خاص معتقد تھا فرمایا میری رحلت ہے۔ لوگوں کو آگاہ کردو کہ میری رحلت فلاں تاریخ فلاں ماہ فلاں روز مقرر ہے میں یہاں سے عالم جاودانی کا سفر کروں گا۔ کسی کو اس مدت میں کوئی اپنا مطلب و مقصد حاصل کرنا ہو تو حاصل کر لے کہتے ہیں اسی روز اور اسی تاریخ کو آپ کا انتقال ہوا۔

وفات آپ کی ستائیسویں رمضان المبارک ۹۱۱ھ میں واقع ہوئی اس وقت آپ کی عمر نوے ۹۰ سال کی تھی۔

ان کا مزار مبارک قریب گنبد حضرت شاہ باجن قدس سرہٗ مسجد کے جنوب سمت میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت سید ابراہیم بھکّری قدس سرہٗ

آپ ملک سندھ کے مقام بھکّر کے رہنے والے تھے۔ آپ صاحبِ کرامات و خوارق عادات تھے۔ آپ سلسلہ قادریہ کے بڑے نامی مشائخین میں سے ہیں۔ اسوقت حاکم وقت میراں مبارک شاہ فاروقی تھا جو آپ کا بڑا عقیدتمند تھا۔

آپ شیخ جلال متوکل کے ممتاز خلیفہ تھے بڑے بزرگ عارف زمانہ عالم شریعت و طریقت تھے۔ طالبانِ علوم آپ سے ظاہری و باطنی فیض پاتے رہے اور مستفید ہوتے تھے۔ آپکے بے شمار مرید اور متعدد خلفاء تھے آپ نے اپنی جانشینی کیلئے شیخ نظام الدین کو نامزد کیا تھا۔

شیخ نظام کے علاوہ شاہ امان اللہ امانی اور مولانا عبدالرزاق بالنوی بھی آپکے ممتاز ترین خلفاء میں تھے۔

آپ کی ذات بابرکات سے ہزاروں لوگوں کو فیض پہنچا۔ حضرت کا وصال سنہ ۹۹۰ھ میں ہوا اپنی خانقاہ ہی میں دفن کئے گئے۔

مبارک شاہ کے دوسرے فرزند میراں راجے علی خاں عادل شاہ فاروقی نے مزار پر شاندار گنبد تعمیر کرادیا جو متصل اتاولی ندی شمال کی جانب زیارتگاہ خلائق ہے۔

حضرت شیخ ابراہیم کلہوڑا سندھی قدس سرہٗ

آپ علم و فضل کے جوہر سے آراستہ، پابند شریعت اور تقویٰ شعار تھے۔ روحانی دنیا میں آپؒ کو کمال عرفان حاصل تھا۔

آپ شاہ منصور مجذوب کے ہمعصر تھے۔ دستِ غیب کی لازوال آسمانی دولت سے سرفراز تھے اور درویشی میں سلطانی جود و سخا کا فیض آپؒ کے قلندرانہ دربار سے جاری رہتا تھا۔ ہر روز خزانۂ الٰہی سے انواع اقسام کی نعمتیں پہنچتی تھیں آپ اسکو فقرا اور مساکین پر صرف کر دیتے تھے۔ (اولیاء سندھ)

ایک مرتبہ والئی ملک مبارک شاہ فاروقی متوفی ۹۷۲ھ آپکی خدمت میں زر کثیر برائے نذر لایا اور بہت اصرار کیا کہ حضور قبول فرمائیں۔ مگر آپ نے یہ کہکر معذرت کی کہ جب ہماری لاحقہ ضروریات کا انتظام اللہ تعالیٰ کے خزانہ سے ہو جاتا ہے تو ہم اسے بیکار کیوں رکھ چھوڑیں۔

آپ کی نظر کیمیا کا اثر رکھتی تھی جس کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے ایک مرتبہ کچھ لوگ اپنی مفلسی اور محتاجی کی شکایت بیان کر کے کہنے لگے کہ گذشتہ زمانے میں بعض بزرگوں کی یہ شان تھی کہ وہ پتھر پر نگاہ ڈالتے تو وہ سونا بن جاتا تھا۔ آپ نے تبسم فرما کر سامنے پڑے ہوئے ایک پتھر پر نظر ڈالی اسی وقت وہ پتھر سونے کا رنگ اختیار کرنے لگا۔ آپؒ نے زبانِ مبارک سے فرمایا "اے پتھر! میں نے یوں ہی تیری طرف دیکھ لیا ہے میرا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ تو سونا بن جائے"۔ وہ پتھر اسی وقت اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

شیخ ابراہیم کلہوالیئے زمانے کے بڑے فیض رساں بزرگ تھے آپ کے فیضان صحبت اور رغبت وخلوص سے ہزارہا لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

آپکی وفات ۹۵۷ھ میں بعمر ۹۵ سال واقع ہوئی۔ اپنی خانقاہ ہی میں دفن ہوئے یہ مقام برہانپور سے آسیر جانیوالی سڑک سے داہنی ہاتھ اتاؤلی ندی کے قریب واقع ہے۔

حضرت سید شریف رسول نما قدس سرہٗ

آپ اولیاء کاملین میں سے تھے عاشق صادق رسول تھے۔ عبادت و ریاضت و مجاہدات میں ممتاز ہونے کے ساتھ ساتھ سختی کے ساتھ سنت پر عمل پیرا تھے

اسی بنا پر دربار رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں وہ مقام تھا کہ اپنے خلفاء و مریدین کو عالم مراقبہ میں یا خواب میں حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کا نظارہ کرادیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کو رسول نما کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

آپؒ کا مزار مبارک برہانپور میں زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔

حضرت شیخ عبداللطیف قدس اللہ سرہٗ

آپ کی پیدائش کس مقام پر ہوئی اس کا کچھ علم نہ ہو سکا مگر آپ کے آباء واجداد (ملک پنجاب کے رہنے والے تھے)

آپؒ احکام شریعت پر استقامت رکھنے والے بزرگ تھے۔ اور امر معروف ونہی منکر یعنی وعظ ونصیحت زیادہ کرتے تھے۔ آپ تجارت کر کے اپنے اخراجات پورے کرتے تھے اکثر خلوت نشیں رہتے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے اور نذرانے لینے سے پرہیز کرتے۔

اورنگ زیب عالمگیر آپ کے دولت کدے پر حاضر ہوتا اور فیوض باطنی حاصل کرتا۔ اور شیخ صاحب کی نصیحتیں سنکر اس پر عمل پیرا ہوتا تھا۔ آپ برہان الدین راز الٰہی کے ہمعصر تھے۔

ایک مرتبہ اورنگ زیب نے آپکی خدمت میں چند دیہات کی جاگیر پیش کرنا چاہی آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ آپ بڑے قناعت پسند تھے۔ آپ نے بادشاہ کو نصیحت کی کہ رعایا کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرو۔ اس صورت میں تمہیں رعایا دعائیں دے گی اور یہی نیکی تمہاری حکومت میں برکت کی باعث ہو گی۔

آپ نے ۱۰۶۶ھ میں اس دار فانی سے ملک عدم کو کوچ کیا مصرع تاریخ وفات یہ ہے۔

"آہ ازاں شیخ کامل"

۱۰۶۶ھ

آپ کا مزار مبارک محلہ دولت میدان برہانپور میں ہے۔

حضرت ولی محمد شطّاری قدس سرہٗ

آپ شیخ لشکر محمد عارف باللہ شطّاری برہان پوری کے ماموں تھے آپؒ شیخ قطب جہاں ذاکر نہروالہ کے مرید و خلیفہ تھے بعد ازاں قطب الاولیا شیخ محمد غوث گوالیریؒ کی خدمت میں رہ کر نعمت حاصل کی اور ۹۸۲ھ میں احمد آباد گجرات سے آکر برہان پور کی سرزمین کو رونق بخشی اور طالبین کے تربیت و ارشاد میں تا زیست مصروف رہے۔

"نزہت الارواح" پر آپ نے ایک شرح نہایت عمدہ لکھی ہے۔
آپؒ کے بارے میں مشہور رہے ہمیشہ آپ پر جذبۂ خداوندی غالب رہتا۔ جب خوفِ خداوندی سے روتے تھے تو قطراتِ اشک سے کپڑے سرخ ہو جاتے تھے۔
آپؒ صاحب کرامت تھے۔ آپ کی وفات ۹۸۶ھ میں واقع ہوئی۔ مزار مبارک برہان پور میں نزد شیخ لشکر محمد عارف باللہ زیارتگاہِ خلائق ہے۔

حضرت شیخ ابویزید شطّاری قدس سرہٗ

آپ شیخ لشکر محمد عارف باللہ برہانپوری کے فرزند ہیں۔ والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ ہی خلیفہ اور جانشین ہوئے۔

آپکی خانقاہ ہمیشہ مریدین اور طالبان سے بھری رہتی تھی۔ سب کی خدمتگزاری میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔

آپ عرصۂ قلیل میں مریدوں کو مرتبہ کمال تک پہنچاتے تھے۔ آپ روزانہ قبل طلوع آفتاب حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہ[۲۱] کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر فیضیاب ہوتے تھے۔

آپ کی ذات بابرکات سے ہزاروں طالبان دین کو فیض پہنچا ہے۔

سنہ ۹۹۹ ہجری آپ کا سنہ وفات ہے مزار مبارک برہان پور میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا

آپ مسیح الاولیاء کے مرشد حضرت لشکر عارف باللہ قدس سرہٗ کی دختر تھیں۔

آپ عالمہ، فاضلہ، عارفہ، ولیہ اور تصوف میں بلند پایہ رکھتی تھیں اور رابعۂ وقت کہلاتی تھیں۔ محلہ راستی پورہ آپ ہی کے نام مبارک سے آباد ہے۔

مسیح الاولیاء اور عبدالرحیم خانخاناں آپ کا درس سننے کے لئے بڑے اشتیاق سے تشریف لاتے تھے

آپ کے درس سے ہزارہا لوگوں کو فیض پہنچا اور انھیں منزل مقصود ملی۔

آپ کا مزار مبارک آپ ہی کے حجرہ میں ہے یکم شوال المکرم سنہ ۹۹۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

کتابیات

۱۔ اخبار الاخیار — مولانا عبدالحق دہلوی

۲۔ خزینۃ الاصفیاء — مفتی غلام سرور لاہوری

۳۔ جواہر ہاشمیہ — مولوی اختر محمد خاں برہانپوری

۴۔ تاریخ برہان پور — قاضی خلیل الرحمٰن برہان پوری

۵۔ یاد ایام — سید عبدالحیٔ ندوی

۶۔ اولیائے کرام برہانپور (غیر مطبوعہ) — مولوی بشیر محمد خاں ایڈوکیٹ برہان پور

۷۔ رسالہ ہدیٰ ڈائجسٹ — دہلی

۸۔ حضرات القدس — علامہ بدرالدین سرہندی

۹۔ زبدۃ المقامات — خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ

۱۰۔ مکاشفات اولیائے خلدآباد — مستجاب الدین حافظ نورالدین

۱۱۔ اولیائے سندھ — محمد مطیع اللہ راشد برہانپوری

۱۲۔ تاریخ شیراز ہند — سید اقبال جونپوری

۱۳۔ سبحۃ المرجان — علامہ آزاد بلگرامی

۱۴۔ شاہ عیسیٰ جند اللہ — ڈاکٹر شیخ فرید برہان پوری

۱۵۔ حضرت مجدد الف ثانی — حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ

۱۶۔ بزم صوفیہ — سید صباح الدین عبدالرحمٰن ایم اے

۱۷۔ مرأت احمدی — مصنف تاریخ گجرات

۱۸۔ تاریخ الاولیاء — سراج دہلوی

۱۹۔ تذکرہ حضرت برہان الدین غریبؒ — ڈاکٹر محمد شفیع برہانپوری